عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ، تحریر

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ

کا پہلا جلوس

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزمِ عشاق جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

0300 666 17 55

سبحان اللہ ما اجملک

☆ حضرت ابو طالب بن عبد المطلب

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا

''خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک ہرگز پہنچ نہیں سکتے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر مجھے لٹا نہ دیا جائے''۔

فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ
وابشر وقر بذاک منک عیونا

''تو اپنا کام کئے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں' اور خوش رہ' اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ''۔

ودعوتنی وزعمت انک ناصحی
ولقد صدقت وکنت ثم امینا

''تو نے مجھے دعوت دی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے تو نے سچ کہا اور پھر تو تو ایک امانت دار (امین) بن چکا ہے''۔

وعوضت دینا لا محالۃ انہ
من خیر ادیان البریۃ دینا

''اور تو نے وہ دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے ادیان میں بہترین دین ہے''۔

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمعا بذاک مبینا

''اگر ملامت کا خوف اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو یہ دین کو قبول کرنے میں تو یقیناً مجھے فراخ دل پاتا''۔

☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم

حمدت اللہ حین فوادی
الی الاسلام والدین الحنیف

''میں نے خدا کا شکر کیا جب اس نے میرے دل کو اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی''۔

لدین جاءہ من رب عزیز
خبیر بالعباد بھم لطیف

''اس دین کی جو عظمت و عزت والے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو بندوں کے تمام حالات سے باخبر اوران پر بڑا مہربان ہے''۔

اذا تــلــیــت رســائــلــه عــلــیــنــا
تــحــدرمــع ذی الــلــب الــحــصــیف

''جب اس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے تو ہر صاحب عقل اور صاحب الرائے کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں''۔

رســائــل جــاء احــمــد مــن هــداهــا
بــایــات مبیــنــة الــحــروف

''وہ پیغامات جن کی ہدایتوں کو احمد ﷺ لے کر آئے واضح الفاظ وحروف والی آیتوں میں''۔

واحــمــد مــصــطــفــی فیــنــا مــطــاعــا
فــلا تــغــشــوه بــالــقــول الــعــنیف

''اور احمد ﷺ ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے۔لہذا تم ان کے سامنے نا ملائم لفظ بھی منہ سے نہ نکلنا''۔

فــلا والــلــه نســلــمــه لــقــوم
ولــمــا نــمــض فیهــم بــالسیــوف

''تو خدا کی قسم ہم ان کو اس قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جن کے بارے میں میں نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے''۔

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

یــاعیــن فــابــکــی ولا تســامــی
وحــق الــبــکــاء عــلــی السیــد

''تو اے آنکھ خوب رو اب یہ آنسو نہ تھمیں۔قسم ہے سرور عالم ﷺ پر رونے کے حق کی''۔

عــلــی خیــر خــنــدف عــنــد الــبــلا
ء امســی یــغــیــب فــی الــمــلــحــد

''خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا جو غم والم کے ہجوم میں بہر شام گوشۂ قبر میں چھپا دیا گیا''۔

نصلی الملیك ولی العباد

ورب العباد علی احمد

''مالک الملک بادشاہ عالم' بندوں کا والی اور پروردگار' احمد مجتبیٰ ﷺ پر سلام ورحمت بھیجے''۔

فکیف الحیلة لفقد الحبیب

وزین المعاشر فی المشهد

''اب کیسی زندگی جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دو یک عالم تھا''۔

فلیت الممات لنا کلنا

فکنا جمیعا مع المهتدی

''کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی آخر ہم سب اس زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے''۔

☆ <u>حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ</u>

الم تر ان الله اظهر دینه

علی کل دین قبل ذلك حامد

''کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا''۔

واسلبه من اهل مکة بعدما

تداعوا الی امر من الغی فاسد

''اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضور ﷺ سے جب ان لوگوں نے گمراہی کے خیال فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی''۔

غدلة اجال الخیل فی عرصاتها

مسومة بین الازبیر وخالد

''اور پھر وہ صبح جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے جن کی باگیں چھوٹی ہوئی تھیں زبیر و خالد کے درمیان''۔

فامسی رسول الله قد عزر نصره

وامسی عداه من قتیل و شارد

''بس رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے''۔

☆ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ماذا علی من شم تربۃ احمد
الا یشم مدی الزمان غوالیا

''جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ ﷺ سونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے''۔

صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام عدن لیالیا

''(حضور ﷺ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے''۔

اغبر افاق السماء و کورت
شمس النہار واظلم الازمان

''آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپٹ دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ''۔

والارض من بعد النبی کیبۃ
اسفا علیہ کثیرۃ الاحزان

''اور زمین نبی کریم ﷺ کے بعد جتلائے درد ہے ان کے غم میں ڈوبی ہوئی سراپا''۔

فلیبکہ شرق البلاد وغربہا
یا فخر من طلعت لہ النیران

''اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی ان کی جدائی پر فخر تو صرف ان کے لئے ہے جن پر روشنیاں چمکیں''۔

یا خاتم الرسل المبارک صنوۃ
صلی علیک منزل القران

''اے آخری رسول ﷺ آپ برکت وسعادت کی جوئے فیض' پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا ہے''۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

متی یبد فی الدجی البھیم جبینہ
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

''اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ''۔

فمن کان او من قد یکون کاحمد
نظام لحق او نکال لملحد

''احمد مجتبیٰ ﷺ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنائے گا''۔

☆ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زہیر

فقد اتیت رسول اللہ معتذرا
والعفو عند رسول اللہ مقبول

''میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذر خواہ کو پہنچا اور معافی و درگزر تو اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہے''۔

لقد اقوم مقاما لو یقوم بہ
اری واسمع مالو یسمع الفیل

''میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور ہاتھی دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا تھا''۔

لظل یوعد الا ان یکون لہ
من الرسول باذن اللہ تنویل

''تو یقیناً کانپنے لگتا اگر اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جود وسخا اور بخشش وعطا نہ ہوتی''۔

حتی وضعت یمینی لا انازعہ
فی کف ذی نقمات قیلہ القیل

''یہاں تک کہ میں نے اپنا داہنا ہاتھ بغیر کسی مناقشے کے اس ہاتھ میں دے دیا جو کئے کی سزا دے سکتا تھا اور جن کا قول فیصل تھا''۔

ان الرسول لسیف یستضاء بہ
مہند من سیوف اللہ مسلول

''بے شک رسول اللہ ﷺ وہ سیف ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں''۔

☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اغر علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ مشہود یلوح ویشہد
"یہ وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے اللہ کی طرف سے شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے"۔

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ
اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
"اللہ نے اپنے نام کے ساتھ نبی ﷺ کا نام ملا رکھا ہے جب کہ پانچ وقت مؤذن اشہد کہتا ہے"۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذو العرش محمود وھذا محمد
"اللہ نے ان کا نام ان کے اعزاز کے لئے اپنے نام سے مشتق کیا ہے صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں"۔

نبی اتانا بعد یاس وفترۃ
من الرسل والاوثان فی الارض تعبد
"یہ ایسے نبی ﷺ ہیں جو ہمارے پاس ایک خوف اور طویل وقفہ کے بعد آئے ہیں اور حال یہ تھا کہ زمین میں بت پوجے جاتے تھے"۔

فامسی سراجا مستنیرا وھادیا
یلوح کما لاح الصقیل المہند
"یہ نبی ﷺ آئے اور روشنی والے چراغ اور رہنما ہو گئے وہ اس طرح چمکے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکے"۔

وانذرنا نارا وبشر جنۃ
وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد
"اورانہوں نے آگ سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی ہم اللہ کے شکر گزار ہیں"۔

وانت الہ الخلق ربی وخالقی
بذلک ما عمرت فی الناس اشہد
"اے اللہ تو دنیا کا معبود ہے میرا رب اور خالق ہے جب تک میں لوگوں میں

زندہ ہوں گا اس کی شہادت دیتا رہوں گا"۔

تعالیت رب الناس عن قول من دعا
سواک الٰہا انت اعلیٰ و امجد

"اے سارے انسانوں کے پروردگار ہمارا اقوال سے بلند و اعلیٰ اور برتر ہے جو تیرے سوا کسی اور کو معبود بنا گئیں"۔

لک الخلق والنعماء والامر کلہ
فایاک نستھدی و ایاک نعبد

"تو ہی پیدا کرنے والا نعمت دینے والا اور حاکم مطلق ہے ہم تجھ ہی سے ہدایت چاہتے اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں"۔

☆ <u>وصال محبوب کریم ﷺ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جذبات کا اظہار</u>

<u>محمد ﷺ ہمارے لئے مضبوط قلعہ تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ)</u>

أمن بعد تکفین النبی ودفنہ
بأثوابہ آسی علی ھالک ثوی

"نبی ﷺ کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا بسا"۔

رزئنا رسول اللہ فینا فلن نری
بذاک عدیلا ما حیینا من الوری

"رسول اللہ ﷺ کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان جیسا ہرگز نہیں دیکھیں گے"۔

وکان لنا کالحصن من دون اھلہ
لہ معقل حرز حریز من الردی

"رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی"۔

وکنا بمراہ نری النور والھدی
صباحا مساہ راح فینا او اغتدی

"ہم جب ان کو دیکھتے تو سراپا نور و ہدایت کو دیکھتے صبح بھی اور شام بھی جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے"۔

لقد غشیتنا ظلمۃ بعد موتہ
نھارا فقد زادت علی ظلمۃ الدجی

''ان کی موت کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات سے زیادہ تاریک ہو گیا''۔

فیا خیر من ضم الجوانح والحشا
ویا خیر میت ضمہ الترب والثری

''انسانی بدن اور اس کے پہلو جتنی شخصیتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سب سے بہتر آپ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ اس تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے چھپایا ہے سب سے بہتر ہیں''۔

کان امور الناس بعدك ضمنت
سفینۃ موج حین فی البحر قدسما

''گویا معاملہ انسانی آپ ﷺ کی موت کے بعد ایک کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کے اندر اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے''۔

فضاق فضاء الارض عنہم برحبۃ
لفقد رسول اللہ اذ قیل قد مضی

''زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی' رسول اللہ ﷺ کی وفات کی وجہ سے جب یہ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گزر گئے''۔

فقد نزلت للمسلمین مصیبۃ
کصدع الصفا لا للصدع فی الصفا

''مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جیسے چٹان میں شگاف پڑ جائے اور چٹان کے شگاف کی اصلاح کہاں ممکن ہے''۔

فمن یستقل الناس تلك مصیبۃ
ولن یجبر العظیم الذی منہم وھی

''اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کمزوری جو پیدا ہو گئی ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے''۔

و فی کل وقت للصلوۃ یھیجہ
بلال و یدعوا باسمہ کلما دعا

''اور ہر نماز کے وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک نیا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جب کہ وہ (بلال رضی اللہ عنہ) ان کا نام لے کر پکارتے ہیں''۔

☆ نعت محبوب کریم ﷺ ☆

کون بزم جہاں میں آیا ہے
ہر طرف حسن و نور چھایا ہے

ان کے فیض قدم کی برکت سے
کرۂ ارض جگمگایا ہے

انبیاء کے امام ہیں آقا ﷺ
یہ مقام اور کس نے پایا ہے

راز فوز و فلاح و بخشش کا
مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے

تھے جو جکڑے ہوئے غلامی میں
ان کو تخت شہی دلایا ہے

وہ جو تھے ظلمتوں میں سرگرداں
سیدھا رستہ انہیں دکھایا ہے

خلق کا ٹھہرا ہے وہی معیار
زخم کھا کر جو مسکرایا ہے

قبلہ بدلا ہے ان کے ایما پر
سر جو سوئے فلک اٹھایا ہے

آقا الیاس کی ہو دل جوئی
اس کو آلام نے ستایا ہے

(جسٹس محمد الیاس)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

محترم قارئین کرام! ذرا توجہ فرمائیں بدر صاحب کی تحریر جو کہ مجھے بہت اچھی لگی قارئین کرام کی نظر کر رہا ہوں اس کے بعد مزید اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ۔

یہ یثرب کے کوچہ و بازار کا منظر ہے۔ عجیب دلکش سماں ہے۔ ہزاروں افراد پر مشتمل ایک قافلہ درد مندان رواں دواں ہے۔ ہر شخص نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ سر جھکائے چل رہا ہے۔ لوگ یثرب کی دیواروں سے دیوانہ وار لپٹ رہے ہیں اور ان کے ساتھ لگتے ہی بے اختیار انہیں چومنے لگ جاتے ہیں۔ کچھ افراد کی آنکھیں اشکبار ہیں اور بعض کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہے۔ ان سب کے آگے ایک شخص دیوانہ وار چل رہا ہے۔ وہ کبھی یثرب کی گلیوں اور مکانوں کی دیواروں کو بے اختیار چومنے لگ جاتا ہے اور کبھی انہیں حسرت سے تکنے لگتا ہے۔ یہ شخص کوئی معمولی آدمی نہیں' شاہانہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے طور و اطوار سے قافلہ عشاق کا قائد نظر آتا ہے۔ لیکن آج وہ شاہانہ جاہ و جلال' طمطراق اور شان و شوکت کی بجائے عجز و انکسار کا پیکر اور والہانہ جذبات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجب وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی آواز اور لہجے میں نہایت دردمندی اور سوز و گداز موجود ہے۔ وہ نہایت احترام اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ گویا ہے۔ اس کے ہر لفظ سے درد و سوز اور آرزو مندی کی بے پایاں خوشبو آ رہی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔ ''یثرب کی گلیو! گواہ رہنا کہ تبع الحمیری تمہارے آقا کا سچا غلام ہے۔ یثرب کے بازارو اور اس کے مکانات کی پاکیزہ دیوارو! شاہد رہنا اور یاد رکھنا کہ میں تمہارے مولا کا نہایت ادنی عقیدت مند اور نام لیوا ہوں۔ اے مقدس اور محترم دروازو! معظم اور مکرم دیوارو! میں تمہیں بوسے دیتا ہوں۔ تمہاری گلیوں کی خاک کو چوم رہا ہوں بلکہ اس خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں''۔

اے ارض مقدس! یہ آسمان صرف اس لئے بلند اور سرفراز ہے کہ اس نے تیرے شہر کی چھت کو بوسہ دیا ہے۔ یہ خاک اس لئے ارجمند ہے کہ یہ میرے آقا و مولی کی بارگاہ بننے والی ہے۔ ہاں یہ وہ مقام ہے جہاں آفتاب سعادت طلوع ہونے والا ہے اور جس کی آمد سے دنیا بھر کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی۔ ہر طرف نور ہی نور ہو گا اور ساری کائنات ارضی سعادتوں اور برکتوں سے معمور ہو جائے گی۔ ''اے ارض اقدس! یہاں وہ بدر منیر طلوع ہو گا جس کی چاندنی سے ساری فضا پر نور ہو جائے گی اور دلوں کے اندھیرے کافور ہو جائیں گے''۔ یہ شخص اسی وارفتگی اور دل بستگی کے ساتھ یثرب کی تمام گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا ہے۔ جگہ جگہ رکتا ہے اور تعظیم بجا لاتا ہے۔ وہ یوں چل رہا ہے گویا کسی مقدس شے کا طواف کر رہا ہے۔ وہ عربی کے دل آویز اشعار پڑھتا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کسی ان دیکھے اور نامعلوم محبوب کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ کہتا ہے۔

شہدت علی احمد انہ
وجاہدت بالسیف اعداء
رسول من اللہ باری نسم
وفرجت عن مدرہ کل غم
فلومد عمری الی عمرہ
بکنت وزیر الہ و ابن عم

''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' اگر میری عمران تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین ومددگار ہوں گا' اور میں ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم دور کروں گا''۔

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یثرب کے کوچہ وبازار میں وارفتگی کے عالم میں ہر شعر پڑھنے والا اور لباس شاہانہ میں ملبوس شخص تبع الحمیری ہے جس کا اصل نام حمیر بن وردع ہے اور تاریخ میں وہ ملک تبع کے نام سے مشہور ہے۔ تبع یمن کا شہنشاہ ہے اور کئی بادشاہوں سے برتر و افضل ہے۔ چار دانگ عالم میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے لیکن آج وہ یثرب کے کوچہ وبازار میں اپنے نادیدہ محبوب کی یاد میں دل فگار ہے۔ وہ پریشان حال پھر رہا ہے اور اس کی فوج کے تمام سپاہی' درباری' وزراء اور امراء بھی عجز و انکساری کی تصویر بنے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

دوسرا منظر

ایک ہزار سال بعد اسی شہر کا نام اب مدینہ ہے' پہلے اسے یثرب کہتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک نورانی شخصیت شتر پر سوار داخل ہو رہی ہے۔ لوگ جوش وخروش سے اس پیکر نور اور دل آویز شخصیت کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہر شخص آگے بڑھ کر ناقہ کی باگ پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہر فرد عالم وارفتگی میں ان کے آگے بچھا جاتا ہے۔ خوبصورت لڑکیاں خوش الحانی سے گا رہی ہیں کہ آج وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ شہر میں داخلے کے بعد ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مہمان عزیز اسی کے گھر رونق افروز ہوں۔ درد کے مارے لوگوں کا عجیب حال ہے۔ شہر کا عجیب وغریب ساں ہے۔ پورا شہر بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر یہ کوشش کی کہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیں اور مہمان گرامی کو اپنے گھر لے جائیں مگر یہ برتر شخصیت' پیکر نور وحکمت' اچانک لب کشا ہوتی ہے دعوھا ناقھا مامورہ ''اس اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اللہ کی جانب سے مامور ہے''۔ یہ لفظ سنتے ہی سارے بے قرار اشخاص پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اونٹنی چلتے چلتے ایک مقام پر آکر خود ہی رک جاتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے لیکن اس ناقہ کے عظیم سوار جب نیچے نہیں اترتے تو وہ پھر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور تھوڑی دور جا کر ایک دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی ہے لیکن شتر سوار پھر بھی نیچے نہیں اترتے تو ناقہ پھر کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر پہلی ہی جگہ آکر بیٹھ جاتی ہے۔ اب کے بار وہ اپنی گردن زمین پر ڈال دیتی ہے۔ شہر مدینہ کے مہمان گرامی نیچے اتر آتے ہیں اور اپنا ساز وسامان اتارنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ایک غریب ومفلس مگر دردمندی کی دولت سے مالا مال شخص

سامان اتارنے لگتا ہے تو کچھ اور لوگ جرأت کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! سامان یہیں رہنے دیں اور آپ ﷺ ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔ مہمان ذی وقار فرماتے ہیں۔ المرء مع مار حلہ "مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے"۔

پھر یہ مہمان گرامی گھر میں تشریف لے جاتے ہیں جہاں یہ اونٹنی بیٹھتی ہے یہ ابوایوب انصاری کا گھر ہے۔ مہمان والا جار نے اپنے چاہنے والوں میں سے کسی کا دل نہ توڑا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا۔ حتیٰ کہ اونٹنی خود بخود اپنی منزل پر پہنچ کر بیٹھ گئی۔ بقول شاعر ؎

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی
اہل فراق کے لئے عیش ودوام ہے یہی

<u>یہ تاریخ اسلام کا سربستہ راز ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی اونٹنی قصرِ ابوایوب کے گھر کیوں بیٹھی</u>

ہر شخص حیران ہے کہ اونٹنی ایک غریب نجار کے گھر میں کیوں بیٹھی اور یہ مہمان ذی وقار یہیں کیوں اتر گئے؟ یہ صرف اس روز ہر شخص حیران تھا بلکہ چودہ سو سال سے تاریخ کا ہر قاری ششدر ہے کہ آخر اس میں کیا مصلحت اور کیا حکمت تھی کہ اونٹنی بڑے بڑے امراء کے دروازوں پر نہیں بیٹھی۔ باگ پکڑنے والوں کے اشاروں پر نہیں رکی اور جب بیٹھی تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سامنے ؎

جسے چاہا اپنا بنا لیا، جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آیئے آج تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مہمان ذی شان اس چار پاؤں کے جانور کو مامور من اللہ کیوں فرماتے ہیں اور یہ حیوان ابوایوب انصاری ہی کے گھر کے سامنے کیوں رکتا ہے؟ وہ کونسا سربستہ راز ہے جس کا انکشاف نہیں ہوتا اور وہ کونسی وجہ ہے جس کا اظہار نہیں کیا جاتا؟۔ تاریخ بتاتی ہے کہ مالک کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل کی بات ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ملک تبع بڑے جلال و جبروت اور شان و شوکت کا حامل بادشاہ تھا جو اپنی عقل و ذہانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا۔ محمد اسحاق اپنی کتاب "مغازی" میں لکھتے ہیں کہ تبع ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ جنہوں نے کائنات ارضی پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس دور میں بھی اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل سپاہی شامل تھے۔ اس کے دربار میں دانشمند وزراء اور ارکان سلطنت ہر وقت موجود رہتے تھے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ یہ شہنشاہ ایک بار اپنے لشکر قاہرہ کے ساتھ گردونواح کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے یمن سے نکلا اور فتوحات کے خیمے گاڑتا ہوا جب مکہ مکرمہ کے پاس پہنچا تو اہل مکہ نہ اس کے لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے اور نہ کسی فرد نے شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا۔ اس صورت حال سے وہ بہت غضبناک ہوا، وزراء میں سے کسی نے اسے بتایا۔ "یہ اہل عرب اپنی جہالت پر نازاں ہیں اور چونکہ اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے جسے "ان طہرا بیتی" کہا گیا ہے اس لئے اس کے پاسبان ہونے کے ناطے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے"۔

بادشاہ نے غصے میں آ کر اس شہر کو تباہ و برباد کرنے اور اس کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔

لیکن اس حکم کے جاری ہوتے ہی اسے ایک پُراسرار بیماری نے آن گھیرا اور اس کے کان، ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ وہ سر کے درد سے بے حال ہو گیا۔ کئی طبیبوں نے علاج کیا لیکن کوئی علاج بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس عجیب و غریب بیماری کے باعث وہ موت کے منہ سے جا لگا۔ بادشاہ کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر ایک صاحب بصیرت شخص سامنے آیا اور اس نے کہا۔ ''میں بادشاہ کا علاج کر سکتا ہوں بشرطیکہ میں جو بھی سوال کروں، اس کا جواب مجھے صحیح صحیح دیا جائے''۔ بادشاہ نے اس مرد دانا کی شرط مان لی اور الگ کمرے میں چلا گیا۔ یہ مرد دانا بادشاہ سے سوال کرتا رہا اور وہ جواب دیتا رہا۔ جب بادشاہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کا قتل عام کرنے کے ارادے کا ذکر کیا تو اس دانائے راز نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہی تمہاری اصل بیماری ہے جس نے تمہیں کئی دنوں سے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ خیال خام کو دل سے نکال دو کیونکہ اس گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ بادشاہ نے دانائے راز کے کہنے پر اپنے مذموم ارادے کو ترک کیا اور سچے دل سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ مرد حق پرست بادشاہ کے کمرے سے باہر نکلا تھا کہ بادشاہ کی پُراسرار بیماری جاتی رہی اور وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہل مکہ کو بہت بڑی ضیافت دی جس میں چھوٹے بڑے اور ادنیٰ و اعلیٰ شریک ہوئے۔ ضیافت میں پینے کے پانی کی بجائے شہد پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے نایاب قسم کے ریشم سے کعبۃ اللہ کا غلاف تیار کرایا۔ مگر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں، پھر خوشبودار کپڑے سے غلاف بنوایا مگر پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا۔ تیسرے روز برد یمانی اور حریر ملا کر سات پردوں والا غلاف تیار کروایا۔ کہتے ہیں کہ بیت اللہ پر چڑھایا جانے والا یہ پہلا غلاف تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کعبۃ اللہ سے تمام بتوں کو نکلوا دیا اور اس کی خوب تزئین و آرائش کی۔ دروازہ مقفل کر کے چابی مجاوروں کے حوالے کر دی اور پھر اپنے مہم پر چل پڑا۔ کئی علاقے فتح کر کے یثرب آن پہنچا۔ اہل یثرب مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شہر کے دروازے مقفل کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ کئی ماہ گزر گئے لیکن بادشاہ اپنے لشکر قاہرہ کے باوجود شہر کو فتح اور اہل شہر کو مطیع نہ کر سکا۔ آخر کار اہل شہر کی حالات کی جستجو میں لگ گیا تاکہ کہیں کوئی کمزوری نظر آئے اور اس سے فائدہ اٹھا کر وہ شہر پر حملہ کر سکے۔ ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے باوجود اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اسے شب خون مارنے کا بھی موقع نہ ملا۔ ایک روز علی الصبح اس نے اپنے لشکر کے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی دیکھیں تو یہ بہت حیران ہوا۔ کیونکہ اس کے اپنے زادِ راہ میں کھجوروں کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ اس نے اہل لشکر سے استفسار کیا تو سپاہیوں نے بتایا کہ رات کے آخری حصے میں یثرب شہر کی جانب سے فصیل کے اوپر سے کھجوروں کی بوریاں پھینک دی جاتی ہیں جنہیں ہم کھا لیتے ہیں۔ بادشاہ تبع الحمیری یہ سن کر حیران و پریشان ہو گیا اور کہنے لگا کہ ''ہم تو مہینوں سے اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ باہر سے تمام رسد بند کر کے نہ صرف انہیں بھوکا مارنے کی کوشش میں ہیں بلکہ اس کے مکینوں کو لوٹنا، قتل کرنا اور تباہ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ عجیب لوگ ہیں جو حالت جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں جیسا سلوک کر رہے ہیں''۔

بادشاہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ آخر اس نے وجہ دریافت کرنے کے لئے اپنی

فوج کے اکابر کو یثرب کے اکابرین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ بات یثرب کے مستند علماء اور احبار تک پہنچی تو انہوں نے کہا۔ ''ہم دور دراز کے علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ہم میں سے کسی کا تعلق خیبر سے ہے اور کسی کا کسی دوسرے علاقے سے' کوئی شام سے آیا ہے اور کوئی مصر سے' لیکن ہم یہودی ہیں ہم نے تورات اور زبور جیسی الہامی کتب میں پڑھا ہے کہ یہاں نبی ﷺ آخر الزماں آنے والے ہیں اور ہم یہاں رہ کر انہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہماری کتب اور صحائف آسمانی کے مطابق پیغمبر آخر الزمان حلیم و کریم اور شفیق و انیس ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہوں گے۔ اس لئے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں''۔

تبع الحمیری اہل یثرب کی ان باتوں اور حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے سینے میں سوز و گداز سے معمور دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار رونے لگا۔ وہ اس بات سے اثر پذیر ہوا کہ وہ پیغمبر ابھی مبعوث بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریمہ پر لوگوں نے عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ کاش وہ ان نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں ہوتا' ان پر ایمان لاتا اور سرخرو ہو جاتا اور جب وہ اپنی قوم کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں تشریف لاتے تو اس کا خدمت گزار ہوتا۔ محبوب کریم ﷺ کے بارے میں دل آویز باتیں سن کر اس کا شوق دیدار بڑھ گیا۔ اس نے اہل یثرب سے اجازت مانگی کہ وہ اس شہر محبوب ﷺ کی گلیوں' بازاروں اور مکانوں کی زیارت کر سکے۔ اجازت ملنے پر وہ شہر میں داخل ہوا سارا لشکر اس کے ساتھ تھا۔ آج وہ فاتح نہیں' مفتوح تھا' بادشاہ نہیں دلگیر تھا' وہ دل رفتہ جلوس کے ساتھ یثرب کے بازاروں اور گلیوں میں گھومتا رہا۔ اس کے شوق فراواں اور ذوق بے پایاں کا یہ عالم تھا کہ درد سے پر اور سوز سے معمور اشعار پڑھنے لگا۔

مدینہ شریف کے در و دیوار یا محمد یا محمد ﷺ کے پر شگاف نعروں سے گونج اٹھے

حتیٰ کہ مورخین بتاتے ہیں کہ اس کے لشکریوں نے یا محمد ﷺ کے نعرے لگائے اور محبوب کریم ﷺ کو یاد کر کے بے حد روئے اور بے پناہ آنسو بہائے۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے مصنف شاہ مصباح الدین شکیل نے اپنی تحقیق کے بعد لکھا ہے۔ ''مورخین کا بیان ہے کہ ممالک کی تسخیر کے سلسلہ میں شاہ یمن تبع اسعد بن کرب کا یثرب کی طرف گزر ہوا۔ اس وقت بنی نجار کا سردار اعظم عمر بن طلحہ تھا جو معاویہ بن مالک بن نجار کا بھائی تھا۔ تبع نے سنج کے مقام پر قیام کیا۔ یہ ظہور اسلام سے ساتھ سو برس پہلے کا زمانہ تھا۔ اہل یثرب نے صلح کر لی اور وہ اپنے بیٹے کو نائب بنا کر چلا گیا۔ کسی وجہ سے یثربیوں نے اسے قتل کر دیا۔ تبع نے جوش انتقام میں شہر تباہ کرنے کی قسم کھائی۔ اس پر علمائے یہود میں سے چند احباب تبع سے ملے جن میں بنی قریظہ کے دو عالم سمیت اور منبہ بھی شامل تھے انہوں نے کہا۔ ''اے بادشاہ! اس بستی کا نام تورات میں طیبہ ہے اور یہ بستی اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں آنے والے نبی کی ہجرت گاہ ہے جو حرم میں مبعوث ہو گا۔ یہاں تشریف لا کر قیام فرمائے گا اس لئے تو اس بستی پر کبھی غالب نہیں آ سکے گا''۔ یہ بھی بتایا کہ ''یہ حفاظت الٰہی میں ہے''۔

عید میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلوس

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں عید میلاد النبی ﷺ کا یہ پہلا جلوس تھا جو رحمت کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل اسی شہر میں نکالا گیا۔ جہاں آپ ﷺ تشریف لانے والے تھے اور وہ شہر دار الھجرت بننے والا تھا۔ محسن کائنات ﷺ کی ولادت یعنی آمد کی خوشی میں ایسا عظیم الشان جلوس تھا جس کی قیادت اس وقت کا بہت بڑا فرمانروا کر رہا تھا اور اس کے اکابر سلطنت، عمائدین اور لشکری عقیدت و احترام کے پھول نچھاور کرتے اور سر جھکائے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انسان اس واقعہ سے حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ کیسے مہمان محترم تھے جن کا جلوس ان کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے نکالا جا رہا تھا، جس میں شاہ و گدا، ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب سب ہی خلوص دل سے شریک تھے۔

تبع الحمیری نے اس کے بعد یثرب کے سارے شہر کو صاف کرایا۔ عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں کا ہو رہے اور یہودی علماء کے ساتھ وہ بھی نبی آخر الزمان ﷺ کا انتظار کرے۔ لیکن امور سلطنت نے یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ بعض روایات کے مطابق وہ کافی مدت یہاں مقیم رہا۔ لیکن اس کی عدم موجودگی میں یمن میں بغاوت ہو گئی تو اسے بادل نخواستہ واپس کوچ کرنا پڑا۔ اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے چار سو علماء کو خوبصورت مکانات بنوا کر دیئے اور انہیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کیں۔ ان علماء میں سے شامول نامی ایک عالم تھا جسے خوبصورت مکان بنوا کر دیا اور اسے اس کی بسر اوقات کے لئے باغات لگوا کر دیئے۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھی دیا جس پر اپنی مہر لگا کر بادشاہ نے صندوقچہ میں مقفل کر دیا۔ چابی شامول کے حوالے کر کے اسے سخت تاکید کی کہ اگر اسے نبی ﷺ آخر الزماں کا زمانہ اور دیدار پر انوار نصیب ہو تو یہ خط بصد احترام انہیں پیش کر دینا اور اگر تمہیں یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے تو اپنی اولاد کو تاکید کر دینا۔ حتیٰ کہ نسلاً بعد نسل وصیت کا یہ سلسلہ جاری رکھے تا آنکہ وہ روز سعید آ جائے جب وہ پیغمبر و رہبر کامل ﷺ دنیا جہاں میں تشریف لے آئیں۔ شاہ یمن تبع الحمیری نے اپنے خط میں لکھا۔

''یہ خط حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جانب ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ہیں، تبع بن وردوح کی جانب سے، اما بعد! اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل کی۔ آپ ﷺ کے دین پر اور آپ ﷺ کی سنت پر بھی ایمان لایا۔ آپ ﷺ کے رب پر ایمان لایا جو تمام جہانوں اور تمام چیزوں کا رب ہے اور مالک ہے۔ میں ایمان لایا آپ ﷺ کے رب کی طرف سے، ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ میں نے انہیں قبول کیا۔ اگر میں آپ ﷺ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی اور اگر نہ پا سکا تو آپ ﷺ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے۔ اس لئے کہ میں آپ ﷺ کی اولین امت میں سے ہوں۔ واللہ اس دن مجھے فراموش نہ کیجئے گا۔ میں نے آپ ﷺ کی اتباع، آپ ﷺ کی تشریف آوری اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کی ہے۔ میں آپ ﷺ کی ملت اور آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم ہوں''۔ علامہ سمہودی کا بیان ہے کہ بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے

لیکن تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں۔ سہلی نے بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ''تبع کو برا نہ کہو وہ ایمان لا چکا ہے' تبع کا اصل نام حبان بن ملکیکرب تھا''۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی سعادت

کتاب سیر و تواریخ میں درج ہے کہ یہ خط نسلاً بعد نسل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ شامول کی اکیسویں پشت میں سے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ محبوب کریم ﷺ کی اونٹنی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور رحمت کائنات ﷺ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ وہ انصار جنہوں نے محسن کائنات ﷺ کی حمایت و مدد کی تبع کے آباد کردہ چار سو علماء و حکماء کی اولاد میں سے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انصار کوئی معمولی لوگ نہ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق محبوب کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لا رہے تھے تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک معتبر شخص کے ذریعے وہ مکتوب گرامی محسن کائنات ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ جلد از جلد مکتوب الیہ تک پہنچ سکے اور وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہو سکیں جو صدیوں سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔ ہجرت کے دوران محبوب کریم ﷺ ابھی قبیلہ بنو سلیم میں تھے کہ یہ قاصد پہنچ گیا۔ رحمت کائنات ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا۔ تو ابویعلیٰ ہے اور کیا تبع کا خط تیرے پاس ہے؟ یہ الفاظ سن کر وہ آدمی حیران و ششدر رہ گیا۔ کیونکہ وہ رحمت کائنات ﷺ کو پہچانتا بھی نہیں تھا اور نہ محبوب کریم ﷺ پہلے کبھی اس سے ملے تھے۔ اس نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ آپ ﷺ کون ہیں اور مجھے آپ ﷺ کے چہرے سے جادو کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ جان رحمت ﷺ نے فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور صاحب کتاب ہوں۔ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ابویعلیٰ نے خط جیب سے نکالا اور محبوب کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ جان کائنات ﷺ جب اس خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو آپ ﷺ نے زبان مبارک سے تین مرتبہ فرمایا۔ مرحبا یا اخ الصالح یعنی ''اے میرے صالح بھائی مرحبا''۔

سب سے پہلا عاشق رسول ﷺ

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا کہ یہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور یہ وہیں ٹھہرے گی جہاں اس کی منزل ہے۔ چنانچہ دنیا والوں نے دیکھا کہ محسن کائنات ﷺ کی اونٹنی وہاں پر ہی رکی جو ابوایوب رضی اللہ عنہ کا دروازہ تھا اور یہیں پھر مسجد نبوی ﷺ بھی تعمیر ہوئی۔ اسی بناء پر شیخ زید الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں نہیں اترے بلکہ اپنے مکان میں اترے تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ مکان ایک ہزار سال قبل انہی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی یہ آرزو تھی کہ نبی کریم ﷺ وہاں قیام فرمائیں اور اس طرح اس کا پیغام ور دوران تک پہنچ سکے۔ یہ ایک مرد درومند کی فریاد تھی جو مقبول بارگاہ ہو چکی تھی۔ زمان و مکان کے فاصلے مٹ چکے تھے اور محبوب کریم ﷺ کی ناقہ وہیں رکی جہاں ایک ہزار سال قبل رکنے کا اللہ تعالیٰ نے تبع الحمیری کے ذریعے انتظام فرما دیا تھا۔

یہ مکان دراصل آپ ﷺ ہی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قیام محض آپ ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار کے لئے تھا۔ پھر رحمت کائنات ﷺ کے یہ الفاظ مبارک پر از معنی معلوم ہوتے ہیں کہ مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اونٹنی سے اتر کر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔ رب انزلنی منزلا مبرکا وانت خیر المنزلین "اے میرے رب! نازل کر مجھے نزول برکت کے ساتھ اور تو بہترین نازل کرنے والا ہے"۔

مالک کائنات ﷺ کی اونٹنی کا نام قصوی تھا۔ یہ اونٹنی بنو کثیر کے اونٹوں کی نسل سے تھی جسے واقدی اور ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۸۰۰ درہم میں خریدا تھا۔ مالک کائنات ﷺ نے بھی قیمت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ادا فرمائی۔ یہ اونٹنی بقیع میں چرا کرتی تھی۔ لیکن ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق اس کا نام جدعا تھا جو بنی الحرش کے اونٹوں کی نسل سے تھی۔ اونٹنی کے ذریعے جائے قیام کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت تھی۔ چنانچہ رحمت کائنات ﷺ نے اسی مکان میں قیام فرمایا۔ کتنے محترم ہیں وہ لوگ جن کی آرزوئیں پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتی ہیں۔ کتنے سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کی تمنائیں بر آتی ہیں اور برگ و بار لاتی ہیں اور کتنے عظیم تھے اور کتنے سعادت مند تھے وہ مردانِ حُر کہ ایک ہزار سال نبی آخر الزماں ﷺ کے انتظار میں گزار دیئے۔ دس صدیوں پر محیط طویل فاصلے نہ ان کی آرزوؤں میں کمی کر سکے اور نہ ان کے ارادوں کو متزلزل کر سکے۔ انتظار میں تو لمحات کتنے کٹھن اور جاں گسل ہوتے ہیں۔ یہ ان سے پوچھئے جو محبوب کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ انتظار میں تو لمحات مہینے اور مہینے سال بن جاتے ہیں اور سال صدیاں لگتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی عظمت، ہمت اور جرأت پر سلام جنہوں نے انتظارِ محبوب ﷺ میں صدیاں گزار دیں۔ آخر کار ان کی اولاد سعید نے وہ مقام بلند حاصل کیا جس کے لئے دنیا ترستی ہے اور ابد الآباد تک ترستی اور تڑپتی رہے گی۔

مدینہ کی اس سرزمین پر دس صدیوں کے دوران کیا کیا واقعات بیت گئے؟ کیا کیا اور کیسے نشیب و فراز آئے؟ کیسے کیسے قافلے اور کارواں آئے اور چلے گئے؟ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

خاک بجھی ہوئی ادھر ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

کتنے ماہ و سال آئے لیکن اہل مدینہ کا انتظار ختم نہ ہوا۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ انتظار ہی اس کی معراج تھا اور انتظار ہی ان کا مقصود اور نصب العین تھا۔ آخر کار وہ وقت آیا کہ وہ اپنی مراد پا گئے اور اہل مکہ کی نامرادی دیکھئے کہ ان کے گھر چاند نکلا لیکن اس کی روشنی دیکھ کر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ادھر یہ اہل انتظار تھے کہ سرفراز ہو گئے اور اپنے منتہا و مقصود کو پہنچ گئے۔ جہاں تک تبع الحمیری کا تعلق ہے وہ بھی سرفراز اور سر بلند ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا اور "صالح بھائی" کا خطاب پایا۔ خط کے مندرجات سننے کے بعد اس کے بارے میں جانِ رحمت ﷺ کا ارشاد تھا کہ "مرحبا! صالح بھائی"۔ یہ کوئی معمولی اعزاز نہ تھا اور جہاں تک شامول کا تعلق ہے اس کی نسل سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا جو کسی اور کو بسیار کوشش اور خواہش کے باوجود نہ مل سکا "یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا"۔ اس کے ساتھ اہل

مدینہ کو لقب ملا ''انصار'' یعنی مدد کرنے والے۔ اگر تبع الحمیری کے اشعار کی جانب توجہ کی جائے تو یہ نکتہ سامنے آتا ہے جس نے ایک ہزار سال پہلے کہا تھا ''اگر میری عمران تک پہنچی تو میں ادنیٰ غلام کی طرح ان کی خدمت کروں گا اور ان کا معین و مددگار رہوں گا۔ ان کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم دور کروں گا۔ تبع الحمیری کی یہ دعا مقبول ٹھہری اور اس کے آباد کیے ہوئے چار سو علماء و حکماء کی اولاد آگے چل کر محبوب کریم ﷺ کی معین و مددگار بنی اور انہوں نے محبوب کریم ﷺ کے وہ تمام دکھ درد دور کرنے میں اپنی تمام تر قوتیں اور توانائیاں صرف کر دی۔ جان و مال سے دریغ نہ کیا اور امداد طلب کرنے کے وقت کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ فرمائیں گے تو آگ میں بھی کود جائیں گے۔ آپ ﷺ حکم دیں گے تو سمندر میں بھی چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں جو یہ کہیں کہ ''جائیں آپ اور آپ کا خدا جنگ لڑے اور ہم یہاں انتظار کرتے ہیں''۔ اس کے برعکس انہوں نے یعنی اہل مکہ نے انہیں اتنے دکھ دیئے، اتنے مصائب اور تکالیف سے دوچار کیا کہ آج ان کی معمولی یاد سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا جینا حرام کر دیا، گھربار چھین لیا لیکن اہل مدینہ کو وہ مقام محمود عطا ہوا کہ جس پر تاریخ عالم رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔

اہل تحقیق کے مطابق تبع الحمیری صاحب ایمان تھا۔ لیکن اس کی قوم بت پرست ہو گئی جو آخر کار ہلاک کر دی گئی۔ قرآن حکیم میں آل تبع کا دوبار ذکر آیا ہے لیکن اس قوم کو ان اقوام کے ساتھ شمار کیا گیا ہے جن پر اللہ کا غضب اور عذاب نازل ہوا۔ قرآن حکیم میں سورۃ دخان میں ارشاد ہوتا ہے۔ فاتوا بابائنآ ان کنتم صدقین افی خیر ام قوم تبع فالذین من قبلھم ۔ اھلکنھم انھم کانو مجرمین ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں، اگر تم سچے ہو تو اٹھا لاؤ ہمارے باپ دادا کو۔ یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ؟ ہم نے ان کو اسی بنیاد پر تباہ کیا کہ وہ مجرم ہو گئے تھے''۔ اسی طرح سورۃ 'ق' میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ عاد فقرعون واخوان لوط ۔ واصحب الایکتہ وقوم تبع کل کلب الرسل فحق وعید ''ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور آخر کار میری وعید ان پر چسپاں ہو گئی''۔

مفسرین کی تحقیق کے مطابق تبع قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے کسریٰ اور فرعون وغیرہ مختلف ممالک کے بادشاہوں کے القاب تھے۔ ۱۱۵ قبل مسیح میں ان کو سبا (یمن) کے ملک پر غلبہ حاصل ہوا اور یہ ۳۰۰ء تک حکمران رہے۔ عرب میں صدیوں تک ان کی عظمت کے فسانے زبان زد خلائق رہے۔ ایک وقت تھا کہ اس قوم کی دولت و ثروت کے قصے سن سن کر یونان و روم والوں کے منہ میں پانی بھر آتا تھا۔ اسٹرابو لکھتا ہے کہ یہ لوگ سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے تھے اور ان کے مکانوں کی چھتوں اور دروازوں تک میں ہاتھی دانت، سونے اور چاندی اور جواہر کا کام بنا ہوا ہوتا تھا۔ پلینی لکھتا ہے کہ روم اور فارس کی دولت ان کی طرف ہی کھنچی چلی جا رہی ہے۔ یہ اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ مالدار قوم ہیں اور ان کا سرسبز و شاداب ملک کھیتوں اور مواشی سے بھرا ہوا ہے۔ آرٹی میدروس کہتا ہے کہ یہ لوگ عیش میں

مست ہو رہے ہیں اور جلانے کی لکڑیوں کی بجائے دار چینی' صندل اور دوسری خوشبودار لکڑیاں جلاتے ہیں۔اسی طرح دوسرے یونانی مورخین روایت کرتے ہیں کہ ان کے علاقے کے قریب ساحل سے گزرتے ہوئے تجارتی جہازوں تک خوشبو کی لپٹیں پہنچتی ہیں۔انہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ صنعاء کی بلند پہاڑی مقام پر وہ فلک شگاف عمارت تعمیر کی جو قصر عمران کے نام سے صدیوں تک مشہور رہی۔عرب مورخین کا خیال ہے کہ اس قصر کی بیس منزلیں تھیں اور ہر منزل ۲۶ فٹ بلند تھی۔یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا رہا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا۔آخر کار جب انہوں نے کفران نعمت کی حد کر دی تو رب قدیر کی نظر عنایت ہمیشہ کے لئے ان سے پھر گئی اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔یہ شہر اجڑا تو حمیریوں نے ایدان کو پایۂ تخت بنایا۔بعد میں یہ شہر ظفار کے نام سے مشہور ہوا۔آج کل موجودہ شہر یریم کے قریب ایک مدور پہاڑی پر اس شہر کے کھنڈر ملتے ہیں اور اسی کے قریب ایک چھوٹا سا قبیلہ حمیر آباد ہے جسے دیکھ کر کوئی شخص تصور نہیں کر سکتا کہ اسی قوم کی یادگار ہے جس کے ڈنکے کبھی دنیا میں بجتے تھے۔اسی زمانے میں سلطنت کے ایک حصہ کے لئے پہلے مرتبہ لفظ یمنت اور یمنات استعمال ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس پورے علاقے کا نام یمن مشہور ہو گیا۔یہ علاقہ عرب کے جنوب مغربی کونے پر خیبر سے عدن تک اور باب المندب سے حضر موت تک واقع ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

محترم قارئین کرام! ماہ ربیع الاول میں بالعموم اور بارہ ربیع الاول کو بالخصوص رحمت دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں۔جان کائنات ﷺ کا میلاد منانا جائز و مستحب ہے اور اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ'' (سورۃ ابراہیم)۔

☆ امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے ہیں۔ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔(تفسیر خزائن العرفان)۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت محبوب کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔اللہ قادر و کریم نے فرمایا۔''بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان پر انہی میں سے ایک رسول بھیجا'' (سورۃ آل عمران)۔رحمت دو جہاں ﷺ تو وہ عظیم نعمت ہیں کہ جن کے ملنے پر رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ارشاد ہوا'' (اے حبیب ﷺ!) آپ فرماؤ (یہ) اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (سے ہے) اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں' وہ (خوشی منانا) ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے'' (سورۃ یونس ۵۸)۔ایک اور مقام پر نعمت کا چرچا کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو'' (سورۃ الضحیٰ' کنزالایمان)۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ عید میلاد منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے' اس کی نعمت عظمیٰ کا چرچا کرنا بھی اس نعمت کے ملنے کی خوشی ہے۔اگر ایمان کی نظر سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور محبوب

کریم ﷺ کی سنت بھی۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۸۱ ملاحظہ کیجئے۔ رب ذوالجلال نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی محفل میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی میلاد تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا اور اس محفل کے شرکا صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ محبوب کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔ جان رحمت ﷺ کے مبارک زمانہ کی چند محافل میلاد کا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔ مالک دو جہاں ﷺ نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)۔

☆ رحمت کائنات ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۶۵)۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بارگاہ رسالت ﷺ میں ذکر میلاد پر مبنی اشعار پیش کئے۔

اسی طرح حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، سواد بن قارب، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں کتب احادیث و سیرت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہذا تیسری عید عید حرام ہے (معاذ اللہ)۔ اس نظریہ کے باطل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "عیسیٰ بن مریم نے عرض کی" اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک (کھانے کا) خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی" (سورۃ المائدہ)۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی "ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں۔ اس کی تعظیم کریں۔ خوشیاں منائیں۔ تیری عبادت کریں۔ شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرحت اور سرور کرنا اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے (تفسیر خزائن العرفان)۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا "اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے"۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں عید جمعہ اور عید عرفہ" (ترمذی)۔ پس قران و حدیث سے ثابت ہوگیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ رحمت دو جہاں ﷺ ہی کے صدقے میں ملی ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کا یوم میلاد بدرجہ اولیٰ عید قرار پاتا ہے۔

عید میلاد پر ہوں قربان ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اکابر محدثین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شب میلاد مصطفیٰ ﷺ شب قدر سے افضل ہے۔ کیونکہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا اس لئے وہ ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی تو جس شب میں صاحب قرآن آیا وہ کیونکر شب قدر سے افضل نہ ہوگی؟ (ما ثبت)۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

☆ صحیح بخاری جلد دوم میں ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا۔ مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا، تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں کیونکہ میں نے محمد ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ امام ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب راحت جاں ﷺ کے میلاد کی خوشی کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے حالانکہ اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو محبوب کریم ﷺ کے مومن امتی کا کیا حال ہوگا جو میلاد کی خوشی میں حضور ﷺ کی محبت کے سبب مال خرچ کرتا ہے۔ اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب رسول ﷺ کا جشن عید میلاد کیسے منایا؟ سیرت طیبہ جلد اول صفحہ ۷۸ اور خصائص کبریٰ پر یہ روایت موجود ہے کہ جس سال نور مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کی برکت سے رب کریم نے ویران زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی، سوکھے درخت پھلوں سے لد گئے اور اہل قریش خوشحال ہو گئے۔ اہل سنت اسی مناسبت سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں اپنی استطاعت کے مطابق کھانے، شیرینی اور پھل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر شمع رسالت کے پروانے چراغاں بھی کرتے ہیں۔ اس کی اصل مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ہیں:۔

☆ مالک کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے (مشکوٰۃ)۔

☆ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "جب آپ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہو گئی (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۰۲)۔ ہم تو عید میلاد کی خوشی میں اپنے گھروں اور مساجد پر چراغاں کرتے ہیں، خالق کائنات نے قمقمے بنا کر کائنات کو روشن کر دیا۔

☆ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں۔ "جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی، میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہو گیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں" (زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۱۱۴)۔

☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا تھا،

دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا (سیرت طیبہ جلد اول ص ۱۰۹)۔ اس سے میلاد محبوب ﷺ کے موقع پر جھنڈے لگانے کی اصل بھی ثابت ہوئی۔

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس بھی نکالا جاتا ہے اور نعرۂ رسالت بلند کئے جاتے ہیں۔ اس کی اصل یہ حدیث پاک ہے کہ جب رحمت کائنات ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہلیان مدینہ نے جلوس کی صورت میں استقبال کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام گلیوں میں پھیل گئے۔ یہ سب با آواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ' یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) (صحیح مسلم جلد دوم باب الہجرۃ)۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد اب چند تاریخی حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ جن سے ثابت ہو جائے گا کہ محافل میلاد کا سلسلہ عالم اسلام میں ہمیشہ جاری ہے۔

☆ محدث ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۵۹۸ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' یمن' مصر' شام اور تمام عالم اسلام کے لوگ مشرق سے مغرب تک ہمیشہ سے حضور نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں'' (المیلاد النبوی ص ۵۸)۔

☆ امام ابن حجر شافعی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۵۸۲ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''محافل میلاد و اذکار اکثر خیر ہی پر مشتمل ہوتی ہیں کیونکہ ان میں صدقات' ذکر الٰہی اور بارگاہ نبوی ﷺ میں درود و سلام پیش کیا جاتا ہے'' (فتاوی حدیثیہ ص ۱۲۹)۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''میرے نزدیک میلاد کے لئے اجتماع تلاوت قرآن' حیات طیبہ کے واقعات اور میلاد کے وقت ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعات حسنہ میں سے ہے۔ جن پر ثواب ملتا ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے''۔

☆ امام قسطلانی شارح رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۹۲۳ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''ربیع الاول میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل منعقد کرتے رہے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے سارا سال امن سے گزرتا ہے اور ہر مراد جلد پوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض و عناد ہے'' (مواہب الدنیہ جلد اول ص ۲۷)۔

☆ شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۱۷۶ ہجری) فرماتے ہیں کہ میں ہر سال میلاد شریف کے دنوں میں کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلوایا کرتا تھا۔ اس سال قحط کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا۔ میں نے وہی چنے تقسیم کر

دیئے۔ رات کو خواب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ وہی بھنے ہوئے چنے سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ بے حد خوش اور مسرور ہیں (الدر الثمین ص ۸)۔ ان دلائل و براہین سے ثابت ہو گیا کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کرنے اور میلاد کا جشن منانے کا سلسلہ امت مسلمہ میں صدیوں سے جاری ہے اور اسے بدعت حرام کہنے والے دراصل خود بدعتی و گمراہ ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کائنات کے لئے عظیم تحفہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس جہان کو اولاد آدم کے سردار ﷺ کی ولادت سے مشرف فرمایا۔ ان کے ذریعے انبیاء و مرسلین' تمام فرشتوں خصوصاً مقربین اور کروبین کی سعادت کی تکمیل فرمائی۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس میں تمام ظاہری اور باطنی کمالات جمع فرما دیئے۔ آپ ﷺ کو سب کا امام' محسن اور دنیا و آخرت میں امداد کرنے والا بنایا۔ آپ ﷺ کی ظاہر و باہر اور واضح شریعت کے ذریعے سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔ وہ شریعت جو صور اسرافیل علیہ السلام کے پھونکے جانے تک تغیر اور تبدیلی سے محفوظ رہے گی۔ لہذا شریعت تمام شریعتوں سے اعلیٰ و اکمل ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں جو کچھ تھا وہ سب آپ ﷺ کی کتاب میں جمع فرما دیا۔ یہ کتاب تمام کتب سابقہ سے بے شمار اجمالی اور تفصیلی کمالات میں بلند و برتر ہے۔

کیوں نہ ہو جس نے اس کتاب کے ذریعے آپ ﷺ پر احسان فرمایا اور از راہ کرم آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل کی وہ خود اس کتاب کی تعریف اور اس کی کسی قدر شرح کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئی "ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہیں رکھا"۔ پھر یہ کتاب محبوب کریم ﷺ کے ساتھ ہزار بلکہ اس سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے۔ جیسے کہ وہ لوگ جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی علوم و معارف سے آگاہی عطا فرمائی۔ نیز یہ کتاب مالک کائنات ﷺ کی طرح طرح کی تعلیم و تکریم بلندی و کمال اور رفعت مراتب کے بیان پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ کو قسم قسم کی تعریفوں اور کمالات سے خطاب کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی امت کو ان مقامات اور خصوصیات سے آگاہ کیا گیا جن تک آپ پہنچے۔ جن کی حقیقت کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور جن تک مخلوق کا کوئی فرد نہیں پہنچ سکا۔ جو نعمتیں اور حقوق آپ ﷺ کو دیئے گئے کوئی صاحب کمال ان تک نہیں پہنچ سکا۔ اس اعلیٰ ترین خطاب کی ایک مثال یہ ہے۔ "اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی ﷺ) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی ایذاء پر درگزر فرماؤ' اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور بس اللہ کارساز ہے"۔

محترم قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ عزت و کرامت عطا فرمائی کہ آپ ﷺ کو اس بات پر رسولوں کا گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی جو کچھ ان کی طرف بھیجا انہوں نے وہ سب اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسول آپ ﷺ کے متبعین اور خلفاء ہیں۔ اس حقیقت کی طرف

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے۔ ''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بر ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔

رسول سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ﷺ کے اس عظیم مقام کو اس ارشاد کے ساتھ ختم فرمایا ہے کہ ''تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔ ہمیں آپ ﷺ کی ارفع و اعلیٰ شرافت اور بلندی و مرتبہ بتانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا اور بتا دیا کہ آپ ﷺ ہی امام ہیں۔ باقی تمام انبیاء مقتدی ہیں اور آپ ﷺ ہی مقصود بالذات ہیں اور باقی سب آپ ﷺ سے وابستہ ہیں۔ اس جہان میں حسی طور پر آپ ﷺ کا ظہور سب سے بعد اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ باقی ماندہ کمالات کی تکمیل کر دیں اور تمام فضائل و محامد کے جامع ہوں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ ''یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو تم انہی کی راہ چلو''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہر کمال' ہدایت' معجزہ اور ہر خصوصیت آپ ﷺ کی ذات اقدس میں مکمل طور پر پائی گئی ہے اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح یا ان سے بھی اعلیٰ جلالت مرحمت فرمائی اور معاندین بدبختوں پر غلبہ عطا فرمایا گیا اور اگر کچھ اور نہ ہوتا صرف وہی کمالات ہوتے جو دوران حمل' اس سے پہلے' ولادت باسعادت کے وقت' دودھ پینے اور تربیت کی مدت میں رونما ہوئے تو وہی کافی ہوتے۔

''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے' مسلمانوں پر کمال مہربان' پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے' اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں' میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے''۔ صلوا علیه وسلموا تسلیما ۔ ''ایمان والو! محبوب کریم ﷺ پر درود بھیجو اور خوب سلام''۔ محبوب کریم ﷺ اولین و آخرین' ملائکہ مقربین اور تمام مخلوق کے سردار' اللہ تعالیٰ کے سب سے باکمال رسول' سب مخلوق سے افضل اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ فرمانے والے ہیں۔ نص کے مطابق آپ ﷺ کی رسالت تمام جہانوں کو محیط ہے۔ اگلے پچھلے انسان' جنات اور فرشتے اس میں داخل ہیں۔ لواء حمد آپ ﷺ کا ہے' حوض کوثر آپ ﷺ کا ہے جس سے تمام ایمان والے پانی پئیں گے۔ مقام محمود پر آپ ﷺ فائز ہوں گے جہاں اولین و آخرین آپ ﷺ کی نعت خوانی کریں گے اور انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی طرف محتاج ہوں گے۔ آپ ﷺ کو روشن معجزے' ظاہری اور باطنی رفعتیں مضبوط دلائل' مستحکم براہین اور لاتعداد فضائل و شمائل عطا کئے گئے۔

فبالغ واکثر لن تحیط بوصفه

واین الثریا من ید المتناول

''تم جتنا بھی مبالغہ کر لو محبوب کریم ﷺ کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

بھلا ہاتھ بڑھا کر ثریا کو بھی پکڑا جا سکتا ہے؟"۔

آپ ﷺ ہی وہ پیکر حسن و کمال ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے محبت و خلعت کے لئے منتخب کیا۔ وہ قرب عطا فرمایا جو جہت سے ماوراء اور ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ کو معراج عطا کی' عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرایا اور فضائل و خصوصیات سے نوازا' روانگی اور واپسی پر بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی' اس میں راز یہ تھا کہ آپ ﷺ آغاز اور انجام میں سب کے مددگار ہیں' قیامت کے دن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت' انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے اوامر و نواہی اپنی امتوں کو پہنچائے تھے۔ آپ ﷺ کو لواء الحمد اور مقام وسیلہ عطا کیا جائے گا۔ تمام جہانوں کے لئے آپ خوشخبری اور ڈر سنانے والے' سراپا رحمت' ہادی اور امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ عرض کریں گے میرے رب! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں آگ سے نکال کر نیکوں اور متقیوں کے ساتھ شامل فرما دے گا۔ نعمت آپ ﷺ پر مکمل کر دی گئی' امدادیں آپ ﷺ سے وابستہ کر دی گئیں' سینہ کھول دیا' ذکر بلند کر دیا' جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے گا ساتھ ہی آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے گا' فتح و ظفر آپ ﷺ کے ہم رکاب کر دی گئی' دشمن ایک مہینے کی مسافت پر ہی مرعوب ہو جاتا' فرشتے آپ ﷺ کی نصرت کے لئے اترے' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر سکینہ (اطمینان) کا نزول ہوا' آپ ﷺ کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا ہوا' خصوصاً وہ دعا جو آپ ﷺ نے اپنی امت کی خاطر اس دن کے لئے محفوظ رکھی جب کہ امت کو کوئی دوسری چیز نفع نہ دے گی اور اس دعا کی خیر و برکت ہی سب کو محیط ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم یاد فرمائی' ڈوبا ہوا سورج آپ ﷺ کے لئے واپس لوٹا دیا گیا' آپ ﷺ کے لئے حقائق میں انقلاب آیا' آپ ﷺ کی بدولت تمام بیماریاں دور ہو جاتیں۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب "رحمت کائنات ﷺ" اور "جان رحمت ﷺ" میں ملاحظہ فرمائیں)۔

آپ ﷺ کو امور غیبیہ' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی امت میں قیامت تک واقع ہونے والے امور کی اطلاع دی گئی' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمیشہ آپ ﷺ پر نازل ہوتی ہیں' فرشتے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آپ ﷺ کے امتی ہر جگہ اور ہر زمانے میں آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ محبوب کریم ﷺ بلکہ آپ ﷺ کے اہل بیت' خلفاء راشدین' آل و اصحاب اور راہ ہدایت میں آپ ﷺ کے ہر دور کے ان گنت پیروکاروں کے وسیلے سے دعا مقبول ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں محبوب کریم ﷺ کو نبوت سابقہ سے مشرف فرما دیا' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آئندہ پیدا ہونے والی تمام مخلوقات سے پہلے خالص نور سے حقیقہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو جلوہ گر فرمایا' پھر اس حقیقت سے تمام جہانوں کو پیدا فرمایا' پھر اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو بتایا کہ تمہاری نبوت سب سے پہلے ہے' اور آپ ﷺ کو عظیم رسالت کی خوشخبری عطا فرمائی' یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے تھا' پھر اس حقیقت سے روحوں کے چشمے جاری ہوئے' اس طرح جان کائنات ﷺ ملاء اعلیٰ میں تمام جہانوں کی اصل اور مددگار کی حیثیت

سے جلوہ گر ہوئے۔

☆ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مٹی لاؤ جو زمین کا دل ہے' حضرت جرائیل جنت الفردوس اور ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ آئے اور انہوں نے رحمت کائنات ﷺ کے روضہ اقدس سے مٹی لے لی یعنی اس مٹی کی اصل بیت اللہ شریف کی جگہ سے تھی جسے طوفان نے مدینہ منورہ پہنچا دیا تھا' وہ مٹی تسنیم کے پانی میں گوندھی گئی' پھر اسے جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا' تو وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی' پھر اسے لے کر فرشتوں نے عرش اور کرسی کا طواف کیا' آسمانوں زمین اور سمندر کا چکر لگایا' چنانچہ فرشتوں اور تمام مخلوقات نے حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہچان لیا' حضرت آدم علیہ السلام نے محبوب کریم ﷺ کا نور عرش کے پردوں میں اور آپ ﷺ کا اسم گرامی' اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا! یہ تمہاری اولاد میں سے نبی ہیں' آسمانوں میں ان کا نام احمد ﷺ ہے اور زمین میں محمد ﷺ ہے' اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ کرتا' اور نہ ہی زمین و آسمان بناتا۔ انہوں نے دعا کی کہ مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا' جب آدم علیہ السلام کا جسد عنصری تیار کیا گیا تو اس میں سے محبوب کریم ﷺ کو نکالا گیا اور ایک دفعہ پھر تاج نبوت پہنایا گیا اور انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے آپ ﷺ سے عہد و میثاق لیا گیا اور ان کے جسم میں روح پھونکی گئی' پھر عہد و پیمان لینے کے لئے ان کی تمام اولاد نکالی گئی۔ رحمت دوجہاں ﷺ مقصود تخلیق ہیں' اللہ تعالیٰ سے مخلوق کے تعلق کا واسطہ ہیں اور رسولوں کے رسول ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مرسلین سے وعدہ لیا کہ وہ رسول عظیم ﷺ کے متبعین ہیں' اسی لئے آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک ہونے والی تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے دن آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو راحت جاں ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا' پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء پیدا کی گئیں تو انہوں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا' فرشتوں نے انہیں روک دیا اور کہا کہ پہلے سید عالم ﷺ پر تین مرتبہ اور ایک روایت کے مطابق بیس مرتبہ درود بھیجیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب حکمتوں کے تحت انہیں زمین پر اتارا اور اگر یہی حکمت ہوتی کہ ہمارے محبوب ﷺ اپنے ظہور کے وقت اپنی امت میں جلوہ گر ہوں وہ امت جو بہترین امت ہے جسے تمام انسانیت کے سامنے پیش کیا گیا تو یہی حکمت کافی ہوتی۔ حضرت حوا نے بیس بطنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچوں کو جنم دیا' ہر بطن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی' صرف حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ اس میں اشارہ تھا کہ وہی اپنے والد کے علم اور نبوت کے وارث ہیں۔ اس لئے نور محمدی ان کے طرف منتقل ہو گیا۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہی وصیت کی جو ان کے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں کی تھی' کہ یہ نورانی امانت' طیب و طاہر خواتین ہی کے سپرد کرنا' یہی وصیت سلسلہ

وار چلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے زمانے تک پہنچی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی قباحتوں اور خرابیوں سے پاک رکھا' یہ نور آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگاتا تھا اور جب اصحاب فیل مکہ معظمہ کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے آئے تو اسی نور کے وسیلے سے حضرت عبدالمطلب' اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے' اس وقت محبوب کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی گھڑی بھی قریب پہنچ چکی تھی' اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل پر سمندر سے ابابیل بھیجے اور انہیں حرم شریف تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا۔ صرف ایک آدمی بچا تاکہ باقی ماندہ لوگوں کو جا کر خبر دے۔ یہ ارہاص (اعلان نبوت سے پہلے خرق عادت) تھا اور محبوب کبریاء ﷺ کے ظہور کی کرامت تھی۔ پھر وہ نور آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ذبیح کی پیشانی میں جلوہ افروز ہوا جنہیں اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے ذریعے بچا لیا تھا۔ زمزم کا کنواں بند کر دیا گیا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس تک میری راہنمائی فرما دے تو میں ایک بیٹے کی قربانی دوں گا۔ نذر پوری کرنے کے لئے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے لگے تو اس نور درخشاں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات عطا فرمائی اور ان کے والد کے دل میں القا کیا کہ بیٹے کی جگہ سو اونٹ کی قربانی دے دیں۔

اس واقعے کے بعد ایک عورت نے اس نور مبین کی جھلک دیکھی تو اس نے پیش کش کی کہ میرے ساتھ نکاح کر لو میں تمہیں دو سو اونٹ دے دوں گی جو تمہارے بدلے قربان کیے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں والد ماجد کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ انہیں وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی پاس لے گئے۔ وہ اس وقت نسب اور شرافت میں بنو زہرہ کے سردار تھے۔ انہوں نے اسی وقت اپنی بیٹی اور قریش کی افضل ترین خاتون حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔ اور سید الخلق ﷺ ان کے شکم مبارک میں منتقل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نور کی چمک دمک کا بڑا حصہ بھی ان سے جدا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس پہلی خاتون سے ملے اور اسے اس کی پیش کش یاد دلائی تو اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ جس نور کے حصول کی میں طلب گار تھی وہ تم سے جدا ہو چکا ہے۔

رجب کا مہینہ' جمعہ کی شب' اس رات زمین وآسمان میں اعلان کیا گیا کہ وہ مخفی نور جس سے محمد ﷺ کی پیدائش ہوگی' آج رات بطن آمنہ رضی اللہ عنہ میں قرار پائے گا اور وہ لوگوں کو خوشخبری اور ڈر سنانے والے پیدا ہوں گے۔ رضوان کو حکم دیا گیا کہ جنت الفردوس کا دروازہ کھول دیں۔ اس رات قریش کا ہر چوپایہ گویا ہوا اور کہنے لگا۔ رب کعبہ کی قسم محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی والدہ کے شکم اطہر میں منتقل ہو چکے ہیں۔ وہ دنیا کے امام اور اہل دنیا کے سراج منیر ہیں۔ دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت الٹ گیا۔ ہر بادشاہ گونگا ہو گیا اور اس دن قوت گویائی سے محروم ہو گیا۔ مشرق کے وحشی جانور محبوب کریم ﷺ کی خوشخبری دیتے ہوئے مغرب کے جانوروں تک جا پہنچے۔ اسی طرح سمندر کے باسیوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب اور بیداری کے درمیان دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم اس امت کے نبی اور سردار کی ماں بننے والی ہو؟ اور یہ نظارہ تو کئی بار دیکھا کہ ان سے ایک نور برآمد ہوا جس کی چکا چوند مشرق سے مغرب تک پھیل گئی۔ جب چھ مہینے گزر گئے تو انہوں نے

خواب دیکھا کہ کسی آنے والے نے انہیں پاؤں مار کر بتایا کہ تمہارے پیٹ میں سید عالم ﷺ ہیں۔ان کا نام محمد ﷺ رکھنا اور اپنی حالت کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے سخت بوجھ محسوس کیا۔مشہور روایات میں ہے کہ انہیں کسی قسم کا بوجھ محسوس نہیں ہوا۔دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی روایت حمل کی ابتداء کے بارے میں ہے اور دوسرے انتہاء کے بارے میں تا کہ معلوم ہو جائے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کے تمام امور خلاف عادت ہیں۔ایک مشہور روایت میں ہے کہ ابھی آپ ﷺ والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں ہی تھے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد انتقال کر گئے۔اکثر علماء اسی کے قائل ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نو ماہ سے زیادہ عرصہ امید سے رہیں۔صحیح یہ ہے کہ یہ مدت نو ماہ ہی تھی۔ایام حمل میں آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کی عظمت شان پر دلالت کرنے والی کرامات اور روشن آیات مسلسل دیکھتی رہیں جو تواتر سے منقول ہیں۔

یہاں تک کہ وہ مہینے گزر گئے اور اس نور سے کائنات کے جگمگانے کا وقت آ گیا' حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو نسوانی تکلیف نے آ لیا۔اس وقت کسی کو ان کی خبر نہ تھی۔اچانک ایک آواز آئی جس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔کیا دیکھتی ہیں کہ ایک سفید پرندے نے اپنا پر ان کے دل پر پھیرا' تمام خوف جاتا رہا' پھر اچانک ان کی نظر سفید مشروب پر پڑی جس میں دودھ کی آمیزش تھی' وہ پیتے ہی پیاس جاتی رہی' پھر انہوں نے کچھ ایسی دراز قامت عورتیں دیکھیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم آسیہ اور مریم ہیں اور یہ جنتی حوریں ہیں۔اتنے میں پھر تکلیف محسوس ہوئی اور دوبارہ خوفناک آواز سنائی دی۔اچانک ان کے سامنے زمین سے آسمان تک سفید ریشمی دیباج لہرایا گیا اور کوئی کہہ رہا تھا کہ انہیں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دو۔نیز انہوں نے کچھ مردوں کو فضا میں ٹھہرے ہوئے دیکھا۔ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے جن سے کستوری سے زیادہ خوشبودار عرق کا چھڑکاؤ کیا جا رہا تھا۔پھر انہوں نے پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جنہوں نے آ کر حجرہ مقدسہ کو ڈھانپ لیا۔ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ان وقت انہوں نے زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھا۔انہیں تین جھنڈے بھی دکھائی دیئے۔ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبۃ اللہ کی چھت پر۔تب انہیں شدت کی وہ مخصوص درد محسوس ہوئی۔یوں محسوس ہوا کہ حجرہ مبارکہ میں عورتوں کا ہجوم ہے اور گویا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ ٹیک لگا رکھی ہے۔اس وقت انہوں نے رحمت کائنات ﷺ کو جنم دیا۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

جان رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت رات کو ہوئی یا دن کو دونوں روایت موجود ہیں اور ان میں مخالفت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ولادت صبح صادق کے نمودار ہونے کے کچھ دیر بعد ہوئی ہو ولادت کے وقت آپ ﷺ ان اوصاف سے موصوف تھے جو آپ ﷺ کے عظیم کمال اور سیادت عظمٰی کے لائق تھے۔ان میں سے ایک کمال یہ تھا کہ پیدائش کے وقت نہ تو خون برآمد ہوا اور نہ ہی نجاست۔اس وقت ایک نور

دیکھا گیا جو اس کمرے اور پورے گھر میں چھا گیا۔ ستارے اتنے قریب آ گئے کہ وہاں موجود خواتین نے گمان کیا کہ ان پر گر پڑیں گے۔ آپ ﷺ کی دایہ نے کہنے والے سے سنا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے اور ایک نور چمکا جس سے مشرق تا مغرب روشنی پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی گھٹنے اور ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی والدہ سے ایک نور برآمد ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شہاب نمودار ہوا جس نے مشرق سے مغرب تک خصوصاً شام تک روشنی پھیلا دی۔ یہ اشارہ تھا کہ آپ ﷺ بنفس نفیس ملک شام تشریف لے جائیں گے اور سفر معراج میں پہلے آپ ﷺ وہاں جائیں گے پھر آسمانوں کا سفر شروع ہوگا اور یہ اشارہ تھا کہ شام آپ ﷺ کی حکومت کا ایک مرکز ہوگا۔ جیسے کہ اثر وارد ہوا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا دار ہجرت ہے۔ جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام ہوئے وہ یا تو شام سے تعلق رکھتے تھے یا وہاں ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ وہیں حشر ونشر کی زمین ہے۔ محسن کائنات ﷺ نے فرمایا تم شام کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زمین کا منتخب حصہ ہے۔ اپنے منتخب بندوں کو وہاں جمع فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ محبوب کریم ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھری اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ مٹی کے قبض کرنے میں اشارہ تھا کہ آپ ﷺ زمین کے مالک ہوں گے اور دشمنوں کے چہروں پر مٹی پھینک کر انہیں پسپا کر دیں گے۔ چنانچہ بدر اور حنین کے دن ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور دشمنوں کے چہروں کی طرف اچھال دی۔ کوئی دشمن ایسا نہ رہا جس کے منہ پر مٹی نہ پڑی ہو۔ سب خائب وخاسر ہو کر بھاگ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پیدا ہوتے ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے' نگاہیں آسمان کی سمت اٹھی ہوئی تھیں' پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی مٹھی بھری اور سجدے میں چلے گئے۔ عربوں کی عادت تھی کہ بچوں کو پیدا ہوتے ہی ہنڈیا کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کو بھی ہنڈیا کے نیچے رکھا گیا تو وہ پھسل کر ٹوٹ گئی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور آپ ﷺ انگوٹھا چوس رہے تھے۔ جس سے دودھ نکل رہا تھا۔ آسمان سے ایک سفید بادل اترا جس نے کچھ دیر آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ انہوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو زمین کے مشرقی اور مغربی خطوں کی سیر کراؤ' تمام سمندروں میں لے جاؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے سب لوگ آپ ﷺ کا نام اور آپ ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کی برکت سے واقف ہو جائیں۔ پھر وہ بادل چھٹ گیا۔ کیا دیکھتی ہیں کہ آپ ﷺ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا ہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں سفید اور چمکدار موتیوں کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فتح ونصرت' ذکر اور نبوت کی چابیاں لے لی ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک بادل دیکھا جو پہلے سے بڑا تھا۔ اس

سے پروں کے پھڑ پھڑانے' گھوڑوں اور آدمیوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام زمینوں کی سیر کراؤ' تمام انبیاء کرام علیہم السلام' جنوں' انسانوں اور فرشتوں کے پاس لے جاؤ پھر وہ بادل ہٹ گیا۔ دیکھا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں سبز ریشم ہے جسے سختی کے ساتھ لپیٹا ہوا ہے اور اس سے پانی تیزی سے بہہ رہا ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام دنیا کو قبضے میں لے لیا ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق آپ ﷺ کے قبضے میں ہے اور فرماں بردار ہے۔ نیک کام کرنے اور برائی سے باز رہنے کی طاقت' اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہی کی طرف سے ہے وہ قادر ہے جو چاہے کرے۔ پھر تین فرشتوں نے آپ ﷺ کو گھیر لیا۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا' دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا تھال اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا۔ اس نے ریشمی کپڑا پھیلا کر ایک انگوٹھی نکالی جسے دیکھ کر آنکھیں چندھیا گئیں۔ لوٹے کے پانی سے آپ ﷺ کو سات مرتبہ غسل دیا' انگوٹھی کے ساتھ کندھوں کے درمیان مہر لگائی اور ریشم میں لپیٹ کر آپ ﷺ کو اٹھایا اور اپنے پروں میں چھپا لیا' ایک ساعت کے بعد پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ یہ روایت اس روایت کے مخالف نہیں ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ مہر سمیت پیدا ہوئے اور نہ ہی اس روایت کے مخالف ہے جس میں ہے کہ اس وقت مہر لگائی گئی جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ ﷺ کا سینہ کھولا گیا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے مزید عزت' تمیز اور اہتمام کے لئے کئی بار مہر لگائی گئی ہو اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

شب ولادت آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے اہل کتاب کے علماء اور پادریوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دی۔ وہ اس بات پر متفق تھے کہ بنی اسرائیل کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ ان میں سے بعض تو آپ ﷺ پر ایمان بھی لے آئے۔ اسی رات شاہ فارس کے محل پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حالانکہ وہ دنیا کی مضبوط ترین عمارت تھی۔ اس میں شگاف پڑ گئے اور چودہ کنگرے گر گئے۔ یہ اشارہ تھا کہ ایرانیوں کے صرف چودہ بادشاہ باقی رہ گئے ہیں اور اسی طرح ہوا۔ آخری بادشاہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس رات ایران کی آگ بھی بجھ گئی جسے ایرانی پوجتے تھے حالانکہ وہ آگ دو ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی۔ پوری جوش و خروش سے اسے دن رات روشن رکھا جاتا تھا۔ اس رات کوئی بھی اسے روشن نہ کر سکا۔ بحیرہ طبریہ اچانک خشک ہو گیا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ اس رات اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ اس جگہ سادہ نامی ایک شہر آباد کیا گیا۔ اس رات چوری چھپے آسمانی فرشتوں کی گفتگو سننے والے شیاطین کو شہاب مارے گئے اور انہیں دوبارہ جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابلیس لعین کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا چنانچہ وہ چیخ اٹھا۔ شیطان کئی مواقع پر چلایا جب اسے ملعون قرار دیا گیا' جب جنت سے نکالا گیا' جب محبوب کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی' جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور جب آپ ﷺ پر سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

اکثر علماء قائل ہیں کہ جان رحمت ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کا ختنہ کیا ہوا تھا اور ناف کٹی ہوئی تھی' آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا نام محمد رکھا۔ اس کا ایک سبب یہ روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک زنجیر نکلی ہے جس کا ایک کنارہ آسمان پر اور

دوسرا زمین پر ہے۔اسی طرح ایک کنارہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔پھر یوں دکھائی دیا کہ وہ زنجیر درخت بن گئی ہے۔اس کے ہر پتے میں نورانیت ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لپٹے ہوئے ہیں۔اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا' مشرق و مغرب کے لوگ اس کی پیروی کریں گے اور زمین وآسمان والے اس کی تعریف کریں گے۔اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کس مہینے اور کس دن میں ہوئی؟ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں۔البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن عالم رنگ و بو میں جلوہ گر ہوئے۔مشہور ترین قول یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو آپ ﷺ کی ولادت سراپا سعادت ہوئی۔بہت سے متقدمین ائمہ حفاظ وغیرہم نے ربیع الاول کی آٹھ تاریخ بیان کی ہے۔صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔اس کے ماسوا کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔مشہور ترین قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی جائے ولادت سوق اللیل ہے اور اس وقت وہ مسجد ہے۔ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے اسے وقف کیا (اس وقت وہاں لائبریری قائم کردی گئی ہے)۔

ابتداء آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔جب اس کنیز نے رحمت کائنات ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا۔اللہ تعالیٰ نے راحت جاں ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر ہر پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی۔ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے اس کنیز کو ہجرت کے بعد آزاد کیا۔اس روایت کے مطابق اس کے عذاب کی تخفیف کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے اس کنیز کو حکم دیا تھا کہ جان کائنات ﷺ کو دودھ پلائے۔اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔حضرت حلیمہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔اسی طرح ان کے شوہر سعدی رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادی شیماء رضی اللہ عنہا کا احترام فرماتے۔شیماء اپنی والدہ رضی اللہ عنہما کے ہمراہ آپ ﷺ کو گود میں کھلایا کرتی تھی۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے کے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ معظمہ آئیں۔محمد ﷺ کے یتیم ہونے کے سبب تمام عورتوں نے اعراض کیا (اور سوچا کہ ایک یتیم بچے کی پرورش کا معاوضہ ہمیں کیا ملے گا؟)۔یہاں تک کہ پہلی مرتبہ تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بھی چھوڑ کر چلی گئیں۔پھر جب انہیں کوئی بچہ نہ ملا تو دوبارہ آ کر آپ ﷺ کو گود میں لے لیا۔وہ جب آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپیٹا گیا ہے۔آپ ﷺ سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے اور آپ ﷺ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھایا ہوا ہے۔آپ ﷺ گدی کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ان پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ آپ ﷺ کو جگانے کی ہمت نہ کرسکیں۔آہستگی کے ساتھ آپ ﷺ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں تک چلا گیا۔انہوں نے بے ساختہ آپ ﷺ کو چوم لیا اور اپنا دایاں پستان پیش کیا۔جس سے آپ ﷺ نے دودھ پیا۔پھر بایاں پستان پیش کیا تو اسے قبول نہ

فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو الہام کے ذریعے عدل سکھا دیا تھا اور آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا کہ حضرت حلیمہ کا ایک بیٹا بھی اس دودھ میں شریک ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بایاں پستان اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اونٹنی سخت بھوک' لاغری اور دودھ کی قلت سے دوچار تھی۔ اس دریتیم ﷺ کو گود میں لیتے ہی دودھ کی فراوانی دیدنی تھی۔ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔ اس رات ان کی اونٹنی نے بھی اتنا دودھ دیا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رخصت کیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنی دراز گوش پر سوار ہوئیں اور آپ ﷺ کو اپنے آگے بٹھایا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی دراز گوش نے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ سجدہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا (اس طرح اس نے سید عالم ﷺ کی سواری بننے کا شکریہ ادا کیا)۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جب اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئیں تو ان کی سواری سب سے آگے جا رہی تھی۔ جبکہ پہلے وہ تنہا انہیں اٹھا کر مشکل سے اٹھتی تھی۔ دوسری عورتیں کہنے لگیں کہ یہ پہلے والی دراز گوش نہیں ہے۔ جب انہیں پتا چلا کہ یہ وہی ہے تو کہنے لگیں اس کی شان عظیم ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ وہ دراز گوش کہہ رہی تھی میری بڑی شانیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی ہے۔ کاش تم جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے؟ وہ افضل الانبیاء اور اولین و آخرین کے سردار ﷺ ہیں۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''افضل الخلق ﷺ'' اور ''احسن الخلق ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

جب یہ لوگ اپنے علاقے میں پہنچے تو اس وقت زمین خشک سالی کا شکار تھی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں چراگاہ سے واپس آئیں تو دودھ سے بھری ہوئی ہوتیں۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی بکریوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ ہوتا۔ جب محبوب کریم ﷺ کی عمر دو سال ہو گئی تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئیں اور تقاضا کر کے اپنے ساتھ واپس لے آئیں۔

ابھی دو مہینے ہی گزرے تھے کہ ایک دن آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مکانوں کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ ﷺ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اپنے والدین کو پکار کر کہنے لگا کہ میرے قریشی بھائی کی خبر لو جب وہ دونوں پہنچے تو آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ ﷺ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور پوچھا کیا ہوا تھا؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ میرے پاس سفید کپڑوں والے دو آدمی آئے تھے۔ انہوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا تھا۔ وہ دونوں ڈر گئے کہ کہیں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے کر فوراً آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا تمہیں تو اس دریتیم کو اپنے پاس رکھنے کا بہت شوق تھا۔ اب واپس کیوں لے آئے۔ پہلے تو انہوں نے وجہ بتانے میں پس و پیش کی لیکن ان کے اصرار پر تمام واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں میرے بیٹے کے بارے میں شیطان کے نقصان پہنچانے کا خطرہ ہے؟ خدا کی قسم! شیطان کی ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ میرا بیٹا عظیم شان والا ہے اور یہ نبی ہو گا۔ آپ کا سینہ مبارک دس سال کی عمر میں' پھر اعلان

نبوت کے وقت اور اس کے بعد سفر معراج کے وقت بھی کھولا گیا تا کہ بچپن، بلوغ، بعثت اور معراج، ہر مرحلے پر آپ ﷺ کو شایان شان، خصوصی کمال سے نوازا جائے اور آپ ﷺ آئندہ حاصل ہونے والے غیر متناہی کمالات کے لئے تیار ہو جائیں۔ جن میں آپ ﷺ ہمیشہ ترقی کرتے رہے۔ لہذا یہ شق صدر اس امر کے منافی نہیں ہوگا کہ آپ ﷺ ابتداء ہی سے کامل ترین ظاہری اور باطنی احوال پر پیدا کئے گئے تھے۔ رحمت دو جہاں ﷺ جن دنوں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے جب بکریوں کے ساتھ جاتے تو ایک بادل آپ ﷺ کے سر پر سایہ فگن رہتا۔ جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب روانہ ہوتے تو وہ بھی چل پڑتا۔ قریشی ہاشمی در یتیم گہوارے میں چاند سے گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ جس طرف انگلی سے اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا۔

جب یہ واقعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا! میں اس سے گفتگو کرتا تھا اور وہ مجھ سے گفتگو کرتا تھا۔ وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں عرش مجید کے نیچے چاند کے سجدے میں واقع ہونے کی آواز سنتا تھا۔ سید عالم ﷺ نے طفولیت کے ابتدائی دنوں میں گفتگو کی۔ آپ ﷺ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے کہا الله اکبر کبیرا و الحمد الله کثیرا وسبحان الله بکرة اصیلا ''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار تعریفیں ہیں اور ہم صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں''۔ راحت جاں ﷺ کی عمر شریف چار سال اور ایک قول کے مطابق چھ سال ہوئی تو مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے آپ ﷺ کی والدہ محترمہ وصال فرما گئیں۔ وہ محبوب کریم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال بنی عدی بن نجار سے ملنے گئی تھیں۔ مقام فرع کے پاس ابواء نامی گاؤں میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ ﷺ کی دایہ دودھ پلانے والی اور گود کھلانے والی حضرت ام ایمن برکت رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے آئیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو والد گرامی یا والدہ ماجدہ کی طرف سے وراثت میں ملی تھیں یا حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ حجون میں دفن ہوئیں۔ بہت سی روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔

جب آپ ﷺ کی عمر شریف آٹھ سال اور بقول بعض اس سے کم یا زیادہ تھی تو آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب ایک سو بیس یا ایک سو چالیس سال کی عمر میں رحلت فرما گئے اور حجون میں مدفون ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام گئے۔ یہاں تک کہ بصرہ بھی تشریف لے گئے۔ تو بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں کو آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے اوصاف بیان کئے۔ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان موجود مہر نبوت کی نشاندہی کی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے چچا کو قسم دے کر کہا کہ انہیں واپس لے جائیں ورنہ خوف ہے کہ یہودی آپ ﷺ کے درپے ایذا ہوں گے۔ اتنے میں سات یہودی آپ ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگئے۔ جنہیں بحیرا نے روک دیا۔ انہوں نے بتایا کہ

یہودی ہر راستے میں بکھرے ہوئے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ اس مہینے میں مکہ معظمہ سے باہر نکلیں گے۔

بحیرہ نے جو علامات دیکھی تھیں ان میں ایک علامت یہ تھی کہ سفید بدلی آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھی۔ نیز جس درخت کے نیچے آپ ﷺ نے قیام کیا۔ آپ ﷺ پر سایہ کرنے کے لئے اس کی شاخیں جھک گئی تھیں۔ پھر جب آپ ﷺ کی عمر شریف بیس سال ہوئی تو تجارت کے ارادے سے پھر ایک مرتبہ شام تشریف لے گئے۔ اس دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے راحت جاں ﷺ کے بارے میں بحیرا سے پوچھا تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ آپ (ﷺ) نبی ہیں۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے سلسلے میں ایک بار پھر شام تشریف لے گئے۔ اس دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لئے دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے رہتے تھے۔ واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ منظر دیکھا۔ تقریباً تین ماہ بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش پر آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ آپ ﷺ کی عمر شریف پینتیس سال تھی تو قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔ تب آپ ﷺ نے ہی حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کیا۔ چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت، رحمۃ للعالمین اور تمام مخلوق کے لئے رسول ہونے کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔

عید میلاد النبی ﷺ کے تقاضے

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقعہ پر محفل میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایک مختصر سے تقریر میں چند خیالات ظاہر فرمائے تھے۔ اس تقریر کی رپورٹ "زمیندار" لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ جناب پروفیسر غلام دستگیر رشید نے یہ تقریر زمیندار کے صفحات سے لے کر اپنے مجموعہ "آثار اقبال" میں شائع کی تھی اور اب آثار اقبال سے لے کر ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی طبائع ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔ منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں' ایک میلاد النبی ﷺ کا دن ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوہ رسول ﷺ کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق تو درود و صلوۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقعے نکالتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا یہ

آواز بلند اللھم صلی علی سیدنا وبارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں۔ یہ درود شریف کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اپنا اثر پیدا کرے۔ پہلا طریق انفرادی۔ دوسرا اجتماعی ہے۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو۔ آپ ﷺ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ ان کی تقلید کا ذوق شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ طریقہ ہے کہ یاد محبوب کریم ﷺ اس کثرت اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور سرور عالم ﷺ کے وجود مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

آدمی دید ست باقی پوست است

دید آن باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسان کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔ یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر ہم آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے۔ صدر اسلام میں سکول نہ تھے' کالج نہ تھے یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس ہر چیز میں ہے۔ خطبہ جمعہ' خطبہ عید' حج اور روزہ غرض تعلیم و تربیت عوام کے لئے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے ہیں۔ لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی۔ جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر اسلام ﷺ کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا۔ سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر' عرب' ایران' افغانستان ابھی تہذیب و تمدن میں ہم سے پیچھے ہیں۔ لیکن وہاں علماء ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے اخلاق کے اس معیار اعلیٰ کو پالیا ہے جس کی تکمیل کے لئے حضور آقا دو جہاں ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں تاکہ ہماری زندگی حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کس طرح کھایا ہے۔ مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد!

اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لئے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بازار میں جا رہے تھے۔ آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے۔ ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جایئے گا نہیں' میرا سلام لیتے جایئے۔ تو مولانا نے بچہ کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لئے اس قدر توقف کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور ﷺ بھی یونہی کرتے۔ گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول ﷺ اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ علماء کو چاہئے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے خوامض بتانا بھی ضروری ہیں۔ لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہئے۔

سیرت محبوب ﷺ کی محفوظیت

محترم قارئین کرام! عالمگیر لیڈر کی عملی زندگی' تاریخی اسناد اور تحقیقی روایات کے سخت ترین تنقیدی عمل کے بعد بھی صحیح اور درست ثابت ہو اور اس کے نتائج و ثمرات اور اثرات و مضمرات' مقبولیت اور افادیت کے اعتبار سے رنگ و نسل اور زمان و مکاں کی حد بندیوں سے ماوراء ہوں' تو ہم اس کو قابل عمل اور لائق تقلید قرار دے سکتے ہیں۔ مگر اس نظریئے کو بنیاد بنا کر جب ہم تاریخ ادیان و مذاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جس قدر بھی مذاہب منصہ شہود پر آئے۔ ان کی دینی اور ان کے بانی و ہادی کی سیرت محفوظ نہ رہ سکی۔ ان مذاہب میں ہندومت' بدھ مت' جین مت' شنتوازم' تاؤازم' زرتشتی شامل ہیں۔ حتیٰ کہ الہامی مذاہب یہودیت' عیسائیت کی تعلیمات کی محفوظیت کی کوئی تاریخی سند موجود نہیں۔ حادثات زمانہ نے ان مذاہب کی دینی کتب اور ربانی و ہادی سیرتوں کو یا تو ناپید کر دیا یا دھندلا کر رکھ دیا۔ جو کتب یا تعلیمات اب تک ملتی ہیں ان میں تحریف ہو چکی ہے اور یہ ان ہادیان مذاہب کے تلامذہ نے تصنیف کی ہیں۔ مثال کے طور پر ہندومت ہی کو لیجئے جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ قدیم ترین مذہب ہے۔ مگر اس کی قدامت اور تاریخ سے خود اہل ہند بھی بے خبر ہیں۔ اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہیں۔ ''اہل چین اور اہل یونان اور اہل عرب کے برخلاف قدیم ہندوستان کے لوگ مورخ نہیں تھے ہماری

یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم گزشتہ عہد کے واقعات کا زمانہ یا تاریخ متعین کر سکیں''۔ الغرض پہلے تو ہندوؤں کے ہاں کوئی بھی کتاب تاریخی روایات کی حامل نہیں اور اگر اہل ہند نے کچھ لکھا بھی تو وہ غیر مستند تھا۔ چنانچہ ''تمدن ہند'' کے مصنف ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتے ہیں۔ ''ان ہزارہا جلدوں میں سے جو ہندوؤں نے اپنے تین ہزار سال کے تمدن میں تصنیف کیا' ایک بھی تاریخی واقعہ صحت کے ساتھ درج نہیں ہے''۔ ہندودھرم کی دینی کتب 'وید' پران' اپنشد' مہابھارت' رمائن تو اس قدر متضاد روایات کی حامل ہیں کہ خود ایک ہندو مفکر ڈاکٹر سریندر ناتھ داس گپتا کہتے ہیں کہ ''ایک مبتدی جسے پہلے پہل سنسکرت لٹریچر سے متعارف کرایا جائے۔ یہ دیکھ کر پریشانی محسوس کرے گا کہ متضاد مطالب اور موضوعات پر مختلف اور غیر مستند کتابیں موجود ہیں جن سب کا نام وید' سرتی ہے یہ اس لئے کہ ''وید'' اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے کسی خاص کتاب کا نام نہیں یہ نام ہے قریب دو ہزار سال تک کے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے لٹریچر کا' چونکہ یہ لٹریچر مظہر ہے اس عملی تگ و تاز کے ماحصل کا جو ہندوستان کے رہنے والوں نے مختلف اطراف و جوانب میں اس قدر طویل عرصہ میں جمع کیا۔ اس لئے اسے متضاد عناصر کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ الغرض ان ''ویدوں'' میں بھی تحریف ہو گئی رام چندر جی جو رمائن کے مصنف ہیں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیک دل' انصاف پسندی' شجاعت' تواضع اور علم جیسی صفات کے حامل تھے۔ مگر ہندوؤں نے انہیں عبدیت سے اٹھا کر الوہیت کا شاہکار بنا دیا اور انہیں ''وشنو'' کا اوتار سمجھ لیا۔ اس طرح کرشن مہاراج کے حالات زندگی بھی تاریکی میں ہیں۔

الہند الکبریٰ میں گوتم بدھ کے مذہب نے جنم لیا' گوتم بدھ کی تعلیمات کے بارے میں ہمیں صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں کہ اس کی تعلیمات کیا تھیں؟ اس نے اپنی زندگی میں کوئی کتاب الہند نہیں لکھی اور نہ اپنے قائم کردہ مذہب کے عقائد و احکام کا کوئی ایسا مجموعہ مرتب کرایا جس سے اس کی تعلیمات خود اس کی زبان سے معلوم کی جاسکتی ہوں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کے کسی پیرو نے بھی اس کی زندگی میں یا اس کے بعد کسی قریبی زمانہ میں اس کی تعلیمات کو ضبط تحریر میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ جہاں تک موجودہ کتابوں کا تعلق ہے تو یہ اس کی وفات کے تقریباً ایک صدی بعد تصنیف کی گئیں ''ونائی تیک'' ۳۵۰ ق م میں لکھی گئی۔ ''ست تیک'' اور ''دہم پھک'' وغیرہ دھمہ اور اوپالی کے لیکچروں پر مشتمل ہیں جو بدھ مت کے عالم تھے۔

جین مت کے بانی ''مہاویر'' کی تعلیمات ''۱۲ انگس'' میں بیان کی جاتی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اب صرف ''ایک انگس'' رہ گیا ہے۔ باقی تمام جلا دیئے گئے ہیں۔ ''مہاویر'' کے حالات زندگی بھی غیر محفوظ ہیں۔ اس طرح چینی مذہب ''کنفیوشس'' کی کتب شوکنگ' شی کنگ' لی چی وغیرہ اس کے پوتے کی طرف منسوب ہیں اور خود کنفیوشس کے حالات و سیرت اب تک گوشہ تاریکی میں ہیں۔ قدیم مذاہب میں ایک مذہب پارسیوں اور مجوسیوں کا مذہب ہے جسے مذہب زرتشت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ زرتشت' مجوسیوں کے پیغمبر کا نام ہے۔ زرتشت کے حالات زندگی میں غیر یقینی حد تک اختلاف ہے۔ تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ یونانی انہیں جنگ زوجن سے پانچ ہزار سال پہلے یا ارسطو سے چھ ہزار سال پہلے بتاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک ۴۰۰ ق م سے ۶۰۰۰ ق م کے درمیان پیدا ہوئے۔ جائے ولادت کے بارے میں بھی زبردست اختلاف ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک زرتشت بلخ میں بعض کے

نزدیک آذر بائیجان اور بعض کے نزدیک فلسطین میں پیدا ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زرتشت کے گوشہ حیات کا کوئی شعبہ بھی محفوظ نہیں۔ حتیٰ کہ دین زرتشت کی کتاب ''اوستا'' بھی تخریب وتحریف کا شکار ہوئی۔

جب سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا تو اس نے ''اوستا'' کو جلا دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں۔ ''مجوسیوں کا مذہب زرتشت کی لائی ہوئی کتاب ''اوستا'' پر مبنی ہے۔ ''اوستا'' کے متعلق ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں جب ہم اس کا قرآن مجید سے موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کس کو برتری حاصل ہے۔ زرتشت کے کتاب اس وقت کی ''ژند'' زبان میں تھی۔ کچھ عرصہ بعد ایران پر دوسری قوموں کا غلبہ ہوا اور نئے فاتحین کی زبان وہاں رائج ہوگئی اور فاتحین کے سوا ''ژند'' زبان جاننے والا کوئی نہ رہا۔ اس طرح زرتشی مذہب کے علماء نے نئی زبان میں اس کتاب کا خلاصہ اور شرح لکھی جو پاژند کہلائی۔ آج کل ہمارے پاس اس کا صرف دسواں حصہ موجود ہے۔ باقی غائب ہو چکا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ زرتشت مذہب کی تعلیمات' اس کی مقدس دینی کتب اور اس کے بانی کی سیرت بھی غیر محفوظ ہے۔ یہاں غیر سامی ادیان کی تعلیمات' مذہبی کتب اور ان کے بانیوں کے کوائف ہی غیر محفوظ نہیں بلکہ ان ادیان کا ریکارڈ تحریف سے خالی نہیں جنہیں الہامی یا سامی ادیان کہا جاتا ہے۔ الہامی مذہب میں قدیم ترین مذہب یہودیت ہے جسے بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ قادر وکریم نے بنی اسرائیل میں ہزار ہا انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث کئے جن میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت ادریس' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت لوط' حضرت ایوب' حضرت شعیب' حضرت عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں۔ ان میں سے معدودے چند انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات وسیرت کے واقعات ملتے ہیں۔ اکثر وبیشتر انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات وسیرت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ وہ کہاں پیدا ہوئے' انہوں نے کس طرح اپنی زندگی بسر کی؟ غرض یہ کہ کسی چیز کا بھی مستند ریکارڈ موجود نہیں۔ جن انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ہیں ان میں بھی تحریف ہو چکی ہے غیر مستند بھی ہے۔ جن انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کے چند گوشوں پر روشنی پڑتی ہے اس میں قرآن مجید کا حصہ ہے جس نے ہمیں مستند معلومات فراہم کی ہیں۔ لیکن قرآن حکیم نے ان کا تذکرہ اجمالی طور پر کیا ہے تفصیل بیان نہیں کی۔ رہی بات عہد نامہ قدیم کی تو بقول مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔ موجودہ عہد نامہ قدیم جسے (Old Testament) کہتے ہیں الہامی کتاب نہیں' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی بلکہ یہ تاریخی قصے کہانیوں پر مشتمل ہے۔ موجودہ بائبل کا یہ حال ہے کہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام پر (نعوذ باللہ) زانی' دھوکہ باز اور فریبی ہونے کے نازیبا اور ناقابل تسلیم الزامات لگائے گئے ہیں۔ ایسی کتاب کو بھلا الہامی کتاب کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

عیسایت کا حال بھی دیگر ادیان سے مختلف نہیں۔ اس دین کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی تک محفوظ نہیں۔ حیران کن بات ہے کہ ہمیں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی میں سے صرف تین سالہ زندگی کے حالات معلوم ہیں جو مروجہ اناجیل اربعہ اور مسیحی روایات وادب میں زبردست تحریف کا شکار ہیں اور جن کا بنا پر خود عیسائی علماء کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت

مشکوک ہوکر رہ گئی ہے۔ مشہور مسیحی عالم سیلو وٹمیر یبرن SALO WITMIVER لکھتا ہے۔

In fact we do not even know exectly where and when Jeous was born.

کیمبرج یونیورسٹی میں پرسٹیرین چرچ آف انگلینڈ کے تھیو جیکل پروفیسر اور عہد جدید کے پادری چارلس اینڈرس سکاٹ لکھتے ہیں۔ ''حساب لگایا گیا ہے کہ ہمارے پاس حضرت مسیح کی زندگی کے پچاس سے زیادہ دنوں کا ریکارڈ موجود نہیں۔ جہاں تک مروجہ اناجیل اربعہ کا تعلق ہے تو یہ وہ انجیل نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کی رائے یہ ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی بائبل فقط عہدنامہ قدیم تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بیس سال بعد تک کسی کو بھی تدوین کا خیال نہ آیا اور جب آیا تو عہدنامہ قدیم کا نمونہ سامنے رکھ کر عہدنامہ جدید مرتب کرلیا''۔ عہدنامہ جدید' سینٹ پولوس کا اختراع کردہ ہے۔ واقعاتی اعتبار سے عہدنامہ جدید کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل انجیل سے کوئی واسطہ نہیں یہ اناجیل ہزار ہا نسخوں سے منتخب کی گئی ہے۔ اب کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کون سی انجیل درست اور کون سی غلط ہے؟ طرہ تماشہ یہ ہے کہ یہ اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئیں۔ چنانچہ ''بائبل' قرآن اور سائنس'' کے مصنف ڈاکٹر مورلیس بوکائیے لکھتے ہیں۔ دوسری صدی عیسوی کے وسط تک اور زیادہ صحت کے ساتھ کہا جائے تو ۱۴۰ء کے بعد عیسائی تحریروں کے مجموعوں کے متعلق بیانات منظر عام پر آنا شروع ہوئے تھے۔ عہد نامہ جدید کا متن' قرطاجنہ'' کی کونسل میں منظور کیا گیا اور یہ کونسل ۳۹۷ء میں منعقد ہوئی تھی۔ چنانچہ یہودی انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ ''انجیل کو عہد نامہ جدید (New Testament) کا نام عیسائیوں نے دوسری صدی عیسوی کے آواخر میں دیا''۔

قرآن حکیم اور فرقان حمید نے بھی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریف کرڈالی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ فویل الذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا ، فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون ، ''پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب کا نوشتہ لکھتے ہیں اور پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کریں ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا ہوا بھی ان کے لئے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لئے موجب ہلاکت ہے''۔ اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو چند سکوں کے عوض فروخت کردیتے ہیں اور کتاب الٰہی میں اپنی پسند کی چیزیں لکھ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بربادی و ہلاکت ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا۔ ''اے مسلمانو اب کیا تم ان لوگوں سے یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ کا یہ شیوہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی''۔ یہاں کلام اللہ سے مراد تورات ہے جس میں انہوں نے تحریف کرڈالی۔ تحریف سے مراد یہ ہے کہ بعض کلمات کو بدل ڈالتے اور بعض اوقات تفسیر و تاویل میں

خود پسندی سے کام لیتے اور اپنا مفہوم و مطلب اخذ کر لیتے۔ یہود و نصاریٰ نے نہ صرف تورات و انجیل میں تحریف کی بلکہ اصل انجیل کے مقابلے میں سینکڑوں اناجیل تصنیف کر لیں اور پھر اپنی کونسلوں میں علماء کے ذریعے موجودہ اناجیل اربعہ کو مستند قرار دے ڈالا۔ گویا کلام الٰہی کی صداقت کا معیار انسانوں کی قائم کردہ کونسلیں قرار پائیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعه ویقولون سمعنا و عصینا ''کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سمعنا ہم نے سن لیا اور عصینا ہم نے قبول نہیں کیا۔

ایک مسیحی عالم ''حارن پادری'' اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ بلاشبہ بعض خرابیاں (تحریروں میں) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کی ہیں جو دین دار مشہور تھے۔ اس ضمن میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ عیسائیوں کے پاس تو عہد عتیق کی کتابوں کی کوئی سند متصل موجود ہے اور نہ عہد جدید کی کتابوں کی ہم کو امید ہے کہ انشاء اللہ عیسائی لوگ اپنی تمام کتب کے جعلی اور فرضی ہونے کا آہستہ آہستہ اعتراف کر دیں گے۔ ہم نے تمام ادیان و مذاہب کی مقدس دینی کتب اور ان کے بانیوں کا اختصار کے ساتھ تاریخی جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج کوئی بھی مذہب اور اس کی کتب اور اس کے بانی کی سیرت محفوظ حالت میں موجود نہیں اصل کتب مفقود ہو چکی ہیں۔

کسی مذہب کی تعلیمات اور اس کی مقدس کتاب کی بدولت ہی اس مذہب کے بانی و ہادی کی سیرت و کردار اور حالات و واقعات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مگر تاریخ ادیان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مذاہب عالم میں کسی بھی ہادی کی سیرت و کردار اور اس کے حالات زندگی کا ریکارڈ درست اور صحیح حالت میں موجود نہیں۔ تفصیل تمہید کا مقصود صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ تعلیمات ربانی ہونے کے حوالے سے صرف اور صرف دین مصطفوی ﷺ ہی ایسا دین ہے جو محفوظ ترین' درست ترین اور بالکل صحیح و سالم حالت میں موجود ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ پر نازل شدہ مقدس کتاب قرآن حکیم جس طرح سالم و محفوظ ہے اس طرح آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو ضبط تحریر میں آ چکا ہے اور اہل ایمان کے اذہان و قلوب پر نقش کالحجر ہو گیا ہے۔

دراصل کسی پیغمبر کی تعلیمات کی حفاظت اس کے صحیفہ الٰہی کی حفاظت پر منحصر ہوتی ہے۔ قرآن مجید سے پہلے نازل شدہ کوئی کتاب الٰہی دانستہ یا نادانستہ لفظی تحریفات اور حشر قات سے پوری طرح بری نہیں۔ قرآن حکیم کی نسبت اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے باقی اور محفوظ رہے گا۔ اس کی بقا اور حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ''بیشک ہم نے (اس قرآن کو) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ اللہ قادر و کریم نے چار طریقوں سے قرآن حکیم کی حفاظت کی ہے:۔

۱۔ حفاظ کے ذریعے اس کے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا' قرآن مجید کو حفظ کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

۲۔ آئمہ اور اکابر کے ذریعے سے۔ ان بزرگوں نے قرآن مجید کے اجمال مقامات کی تفسیر احادیث

نبویہ ﷺ کی مدد سے کی اور قرآن مجید کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔

۳۔ متکلمین کے ذریعے سے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر فلسفیانہ اعتراضات کے جواب دیئے۔

۴۔ روحانی انعام پانے والوں کے ذریعے سے۔ ان حضرات نے قرآن پاک کی باطنی خوبیوں سے منکرین کو جوابات دیئے اور اللہ تعالیٰ سے علم پا کر قرآن حکیم کے وہ معارف حقیقیہ اور اسرار و رموز بیان کئے، جن کو پڑھ کر نہ صرف قاری عش عش کر اٹھتا ہے بلکہ ان سے معرفت الٰہی بھی حاصل کرتا ہے۔

قرآن حکیم دنیا کی محفوظ ترین کتاب ہے اس ضمن میں ارشاد الٰہی ہے۔ واتل مااوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمت ولن تجد من دونه ملتحدا ''اور آپ ﷺ کے رب کی طرف سے جو کتاب وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے اسے پڑھا دیا کیجئے اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ ﷺ ہرگز اس کے سوا کہیں پناہ نہ پائیں گے''۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ ان علینا جمعه وقرانه ''اس (قرآن مجید) کو جمع کر دینا اور پڑھوانا ہمارا ذمہ ہے''۔ اللہ کریم نے قرآن حکیم کی قرأت یعنی لفظ و عبارت اور بیان یعنی معنی و مفہوم دونوں کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے اور اور آیت مبارکہ میں اس بات کی بھی تصریح فرمادی کہ اس حق میں باطل کی آمیزش کبھی راہ نہ پا سکے گی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وانه لکتب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ''اور بے شک (یہ قرآن مجید) بڑی باوقار کتاب ہے جس پر باطل کا گزر ہی نہیں۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ بڑے حکمت اور تعریف والے (اللہ قادر و کریم) کا اتارا ہوا ہے''۔ یہ تو خود قرآن مجید کی شہادتیں تھیں اور اہل ایمان تو اس بات پر یقین رکھتے ہی ہیں کہ قرآن مجید ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہے اور مضبوط ترین کتاب ہے جبکہ قرآن حکیم کی کی حقانیت اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف عیسائی مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ سر ولیم میور (William Muir) لکھتا ہے کہ

There is probally in the world no other work which has remnined twele centuries with so pure a text.

ایک اور مستشرق ''جارج سیل'' قرآن مجید کے بارے میں رقمطراز ہے کہ ''قرآن مجید بلاشبہ عربی زبان کی بہترین اور مستند ترین کتاب ہے اور تنہا یہ صحیفہ دنیا کو اپنی آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے''۔ اہل ایمان نے قرآن حکیم کے مطالعہ سے بہت سے نئے علوم ایجاد کر لئے، علوم انسانیات، علم نحو و صرف، علم بیان و معانی، علم الکلام وغیرہ۔ اس طرح قران مجید کی محفوظیت اور پختہ ہوگئی۔ چنانچہ ایک انگریز مصنف پروفیسر رینالڈ اے نکلسن کہتا ہے۔ ''متن قرآن کو تحریف سے بچانے اور اس کی آیات کی تشریح و توضیح کے لئے مسلمانوں نے نحو و لغت نویسی ایجاد کی اور اسلام کی ادبیات کو جمع کر کے انہیں ہلاکت سے بچا لیا''۔ جس طرح قرآن پاک محفوظ و مامون ہے اسی طرح رحمت کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ بھی معلوم و محفوظ ہے۔ آج تمام ادیان عالم میں کوئی بھی ایسا دین نہیں جس کی کتاب الٰہی اور صاحب کتاب کی

باہمی علاقہ وحدت کا یہ حال ہو کہ دونوں میں ہر وجود ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ و ملحق اور باہم دگر شاہد و مشہود کا تعلق رکھتا ہو کہ کتاب حامل کتاب کی صداقت پر دلیل شاہد ہو اور حامل کتاب اصل کتاب کی صداقت پر۔

سیرت نبوی ﷺ کے دو اہم ماخذ ہیں پہلا ماخذ خود قرآن مجید ہے جس کی صحت اور درجہ استناد شک و شبہ سے بالاتر ہے اگر تاریخ شریعت کے تمام وسائل معدوم ہو جائیں اور روایت و حکایت کے تمام صحائف سے قطع نظر کر لیا جائے تب بھی حامل کتاب اور صاحب شریعت کے وجود سیرت کی تاریخی حقیقت روشن اور بین ہے۔ کتاب محفوظ و کتاب قیم سے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو مرتب کیا جا سکتا ہے۔ پیغمبر کی تعلیم کی حفاظت اس کے صحیفہ الٰہی کی بدولت ہوتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید محفوظ ترین کتاب ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سیرت مصطفوی ﷺ بھی محفوظ ہے۔ قران حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ”بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے“۔ جس شخصیت کو نمونہ تقلید بننا ہو اس کی کتاب حیات کا ہر باب کامل و اکمل اور ہر ورق معلوم و محفوظ ہونا لازمی امر ہے۔ اللہ قادر و کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے حسن و جمال سیرت و کردار اقوال و افعال کو محفوظ کر دیا ہے تا کہ تا قیامت انسانیت اس نور سے منور ہوتی رہے۔ اس راہبر کامل ﷺ سے راہبری لیتی رہے اور اس ہادی دو عالم ﷺ سے ہدایت پاتی رہے۔ الغرض قرآن کریم نے آپ ﷺ کی یتیمی کا دور، قبل از نبوت کی زندگی، معراج کا واقعہ، ہجرت کے وقائع، فتح مکہ، غزوات اور سیرت و کردار، شمائل و خصائص بیان کئے ہیں۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا۔ آپ ﷺ کے اخلاق پر روشنی ڈالیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ قرآن پاک کا مطالعہ کرو کیونکہ کان خلقہ القرآن یعنی قرآن حکیم آپ ﷺ کے اخلاق کی صحیح تفسیر ہے۔ قرآن پاک میں آپ ﷺ کے اخلاق کا ذکر یوں آیا ہے۔ انک لعلی خلق عظیم ”بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں“۔ آپ ﷺ کو اللہ قادر و کریم نے پیارے پیارے ناموں سے قرآن مجید میں یاد کیا ہے۔ مثلاً یاایھا المزمل ”اے محبوب ﷺ کملی والے“۔ یاایھا المدثر ”اے محبوب ﷺ لحاف والے“۔ والضحیٰ ”واضحیٰ کے چہرے والے“۔ والیل ”اور لیل کی زلفوں والے“ پیارے محبوب ﷺ۔ کہیں اللہ قادر و کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے شہر کی قسم اٹھا کر فضیلت بیان کی۔ ایک مقام پر فرمایا۔ لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ”میں قسم اٹھاتا ہوں اس شہر کی کہ آپ ﷺ اس شہر میں اترے ہوئے ہیں“۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ”بے شک آ گئے تمہارے پاس ایک رسول ﷺ تمہی میں سے۔ گراں گزرتا ہے ان پر ہر چیز جس سے تم تکلیف پاؤ۔ وہ حریص ہیں تمہاری او پر اور ایمان والوں پر تو بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں“۔ ایک اور مقام پر رحمت دو جہاں ﷺ کی صفت یوں بیان کی گئی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ”آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں“۔ الغرض بیسیوں آیات ہیں جن میں سیرت اقدس کے فرائض، فضائل اور خصائص و شمائل کا

ذکر موجود ہے مثلاً فرمایا ہے۔ انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا۔

محبوب کریم ﷺ اور انبیائے سابقین

محترم قارئین کرام! یہودیوں کے لئے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء کو ماننا ضروری ہے۔ عیسائی فقط مسیح علیہ السلام کو مان کر اللہ کی بادشاہت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ ہندو بری کرشن رام چندر جی اور اپنے اوتادوں کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر ایمان رکھنے کے پابند نہیں ہیں۔ آتش پرست حضرات کو زرتشت کے علاوہ کسی اور کو ماننے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اکیلے محبوب کریم ﷺ پر ایمان لا کر مشرف بہ ایمان نہیں ہو سکتے۔ تکمیل ایمان کے لئے تمام انبیاء پر ایمان لازمی قرار دیا گیا ہے یہ ایک اہم اور انقلابی بات ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے زمانے تک یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف انسانی گروہ اور قومیں اپنے اپنے نبیوں کو مانتے تھے اور اگرچہ تمام انبیاء کی دعوت اصلاً ایک تھی، مگر ان کے بعد لوگ ان کی دعوت سے ہٹ کر اس گمان پر قائم ہو گئے کہ ہدایت الٰہی صرف انہی کے پاس آئی ہے اور دوسرے اس سے محروم ہیں۔ بیشتر قوموں' مثلاً بنی اسرائیل وغیرہ کا خیال یہ تھا کہ انبیاء بنی اسرائیل سے باہر آ ہی نہیں سکتے اس صورت حال کی وجہ سے ہر قوم نسلی تعصب اور بے جا غرور کے مرض کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ ہر قوم کے لوگ اپنے آپ کو برگزیدہ اور اللہ کریم کی مہربانیوں کی خاص حقدار قوم سمجھتے تھے اور دوسروں کے متعلق ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ یہ سب گھٹیا درجے کی اقوام اور انسانی گروہ ہیں جو اس لائق نہیں سمجھے گئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کرتا اور ان میں انبیاء کی بعثت ہوتی۔

ان حالات میں رحمت کائنات ﷺ نے تشریف لا کر اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ ہدایت الٰہی کسی قوم کی میراث نہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی سب کے لئے عام ہے ایسے ہی آفتاب ہدایت ہر ملک اور ہر قوم میں طلوع ہوتے رہے ہیں۔ دنیا کی تمام زبانوں میں وحی الٰہی اور صحائف آسمانی نازل ہوئے اور ہر جگہ انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔ ان سب کو ماننا ضروری ہے۔ اس طرح معاشرتی تنگ نظری کی جگہ وسعت نظر پیدا ہوئی اور مذہب کی بنیاد پر نسلی برتری کا تصور ختم ہوا۔ ہدایت الٰہی سے انحراف اور محض حامل ہدایت ہونے کے تفاخر کے باعث قوموں اور گروہوں کے درمیان باہمی عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف یہ کہ مانتے نہیں تھے بلکہ ان کے بارے میں طرح طرح کی بری باتیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں شدید نفرت تھی۔ جان رحمت ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں سے فرمایا کہ یہ بے کار کی نفرت اور جنگ ختم کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی۔ آپس میں لڑنے کی بجائے ان نبیوں کی اصل تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے ہی عرب صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام یا چند پیغمبروں کو مانتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ انجیل اور تورات کسی پر ان کا ایمان نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے عربوں اور اہل کتاب کے درمیان بھی نفرت کی خلیج حائل تھی۔ یہ رسول الی کافته الناس محمد ﷺ تھے جنہوں نے جاہل اور مشرک لوگوں کو کلمہ

حق پڑھایا۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احدمنھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفور رحیما ''بے شک جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہ مانیں گے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ بیچ میں کوئی راستہ نکالیں' وہی تو حقیقت میں کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کیا تو وہی لوگ ہیں جن کا اجر اللہ کریم ان کو دے گا۔ اللہ بخشنے والا اور رحمت والا ہے''(سورۃ النساء)۔

''بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اور یوم آخرت پر اور تمام فرشتوں اور کتاب پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے''(سورۃ البقرہ)۔ کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ ''یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے''(سورۃ البقرہ)۔

یہودیوں کو محبوب کریم ﷺ پر ایمان لانے میں جو چیز سب سے زیادہ گراں گزرتی تھی وہ بھی تھی کہ مسلمان ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا پڑے گا۔ بہت سے یہودی مسلمان ہونا چاہتے تھے اس شرط پر کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ لیکن محبوب کریم ﷺ نے یہ بات نہیں مانی اور ان سے فرمایا۔ قل یاھل الکتب ھل تنقمون منا الا ان امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون ''ان سے کہو(اے محبوب ﷺ)! اے اہل کتاب! تم جس بات پر ہم سے بگڑے ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور دین کی اس تعلیم پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل ہوئی اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں''(سورۃ المائدہ)۔ قریش اور مشرکین عرب کی یہ حالت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے چڑتے تھے۔ ان سے کہا گیا۔ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون وقالواء الھتنا خیر ام ھو ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون ''اور جوں ہی ابن مریم (علیہ السلام) کی مثال دی گئی تمہاری قوم نے اس پر غل مچا دیا اور لگے کہنے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ یہ مثل وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی کے لئے لائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی ہیں جھگڑالو لوگ''(سورۃ الزخرف)۔

یہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کا مذہب تھا' جو انسانوں کے درمیان مذہبی جھگڑوں کو ختم کرتا تھا۔ اب کوئی کسی سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تمہارا نبی سچا نہ تھا اور ہمارا نبی سچا تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے کیا خوب لکھا ہے۔ ''ایک یہودی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں۔ ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے۔ ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ' شودر اور چنڈال کہہ کر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے۔ ایک زرتشتی غلام کو بحر ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہو سکتا ہے اور وہ ابراہیم'

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو نعوذ باللہ چھوڑ کر بھی دینداری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن محبوب کریم ﷺ نے یہ ناممکن کر دیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کر کے ان سے پہلے کے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے۔ جان رحمت حضرت ﷺ تہجد میں جو دعا پڑھتے تھے اس میں ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا (سب نبی برحق تھے اور محمد (ﷺ) بھی برحق ہیں)۔ غرض کہ کوئی شخص اس وقت تک محمدی ﷺ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ پہلے موسوی، عیسوی اور ایرانی و ہندی نہ بن جائے اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راست بازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے" (سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۵۸۱)۔

ایک روایت کے مطابق محبوب کریم ﷺ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے گئے۔ ان میں سے قرآن میں صرف ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جن سے عرب، یہودی اور عیسائی واقف تھے۔ بقیہ نبیوں کا تذکرہ نہیں کیا گیا اور صرف یہ اصولی بات بتا دی گئی۔

☆ ولکل امۃ رسول "اور ہر قوم کے لئے ایک رسول ہے" (سورۃ یونس)۔

☆ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا "اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا" (سورۃ النحل)۔

☆ ولقد ارسلنا من قبلك رسلا الی قومھم "اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا" (سورۃ الروم)۔

☆ ولکل قوم ھاد "اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی آیا" (سورۃ الرعد)۔

☆ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر "اور کوئی قوم نہیں جس میں ایک نذیر (متنبہ کرنے والا) نہ آیا ہو" (سورۃ الفاطر)۔

☆ وکم ارسلنا من نبی فی الاولین "پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی ہم نے بار ہا نبی بھیجے ہیں" (سورۃ الزخرف)۔

☆ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم "ہم نے اپنا پیغام دینے کے لئے جب کبھی کوئی رسول بھیجا اس نے اپنے قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے" (سورۃ ابراہیم)۔

☆ ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منھم من قصصنا علیك ومنھم من لم نقصص علیك "تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے اور بعض کے نہیں بتائے" (سورۃ المومن)۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو نبی سے محروم رہی ہو۔ لیکن ایک قوم کے نبی سے بعض اوقات دوسری قومیں ناواقف ہوتی ہیں۔ مثلاً حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام سے یہود و نصاریٰ ناواقف تھے۔ صرف عرب انہیں مانتے تھے۔ قرآن نے تصدیق کی کہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام یہ ماننا بلا وجہ نہیں ہے۔ وہ واقعی پیغمبر تھے۔ یہود

ونصاریٰ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو صرف بادشاہ کہتے تھے' پیغمبر نہیں تسلیم کرتے تھے۔ محسن کائنات ﷺ نے واضح کیا کہ یہ دونوں شخصیتیں بھی پیغمبر تھیں۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایک بات یہ تھی کہ ان کے بارے میں بے سروپا قصے اور کہانیاں گھڑلی گئی تھیں۔ ان قصوں میں انبیاء علیہم السلام کی شان اور عزت کو گرانے والی باتیں شامل تھیں۔ رحمت دوجہاں ﷺ نے اس طرح کی تمام بے سروپا باتوں کی تردید کی۔ مثلاً انجیل کے مطالعے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی عزت نہیں کرتے تھے اور نماز روزہ کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ اس کی تردید میں قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا۔ واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا و برام بوالدتی ولم یجعلنی جبار اشقیا ''اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا'' (سورۃ مریم)۔ یہودی حضرت مریم علیہ السلام پر تہمت رکھتے تھے۔ قرآن نے کہا۔ ومریم ابنت عمرن التی احصنت فرجھا فنفخنا فیه من روحنا وصدقت بکلمت ربھا وکتبه وکانت من القنتین ''اور عمران کی بیٹی مریم (علیہ السلام) جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی' پھر ہم نے اسکے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھیں'' (سورۃ تحریم)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گنڈے تعویذ' عملیات اور سحر وجادو کا موجد سمجھا جاتا تھا۔ قرآن پاک نے اس کی تردید کی۔ وما کفر سلیمن ولکن الشطین کفروا یعلمون الناس السحر '' حالانکہ سلیمان علیہم السلام نے کبھی کفر نہیں کیا۔ کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے'' (سورۃ البقرہ)۔

بائبل میں حضرت لوط علیہ السلام پر اپنی بیٹیوں سے زنا (معاذ اللہ) کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ قرآن میں اس کی بھی تردید آئی ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہاں تک عزت کی کہ بعض اوقات اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیا۔ ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کو ''اے بہترین خلق'' کہہ کر خطاب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''بہترین خلق تو ابراہیم علیہ السلام تھے''۔ ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے عالی خاندان کون تھا؟ فرمایا۔ ''حضرت یوسف بن پیغمبر بن پیغمبر بن خلیل اللہ (علیہم السلام)۔ ایک روایت میں ہے کہ مدینے میں ایک یہودی نے کہا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام انسانوں پر فضیلت دی''۔ ایک مسلمان کو یہ بات ناگوار گزری کہ ہمارے پیغمبر کی موجودگی میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ اس پر تکرار ہوئی۔ مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا۔ یہودی نے دربار نبوی ﷺ میں شکایت کی۔ محبوب کریم ﷺ نے مسلمان کو بلایا۔ مقدمے کی روداد سنی' اور شدت تاکید کے ساتھ فرمایا ''پیغمبروں کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو (یعنی ایسی فضیلت جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہوتی ہو)''۔ قرآن میں ہے۔ تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجت ؕ و اتینا عیسی ابن

مریم البینت و ایدنہ بروح القدس ''ان رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے اللہ خود ہم کلام ہوا کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی'' (سورۃ البقرہ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسولوں کے بھی مختلف درجات ہیں۔ کسی کے کم کسی کے زیادہ لیکن اس اختلاف درجات کو اس طرح بیان کرنا کہ باہمی کشیدگی یا جھگڑے پیدا ہوں' ممنوع ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں محسن کائنات ﷺ کی تعلیمات ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ عرب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال سن کر مذاق اڑاتے تھے' جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جلالت شان کے تذکرہ پر غصہ آتا تھا' وہ انبیاء علیہم السلام کے ایسے قائل ہوئے کہ اپنی اولاد کے نام عیسیٰ اور موسیٰ رکھنے لگے اور آج بھی انبیاء علیہم السلام کا احترام مسلمانوں کے ایمان میں شامل ہے۔ صرف احترام ہی نہیں۔ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ ختم الرسلین ﷺ کے ساتھ ساتھ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ کے فرستادہ تسلیم نہ کرے۔

وحدت دین

محبوب کریم ﷺ کے زمانہ میں یہ خیال بھی عام تھا کہ ایک نبی کی تعلیمات دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے مختلف ہے اور ہر ایک کا مذہب الگ الگ ہے۔ آدمی ان میں سے کسی ایک کو مان سکتا ہے' سب کو نہیں مان سکتا۔ کیونکہ ان کی تعلیمات باہم متضاد ہیں۔ لیکن محبوب کریم ﷺ نے بتایا کہ دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ سب نبیوں نے از آدم علیہ السلام تا ابن مریم علیہ السلام ایک دین کی تعلیم دی ہے اور وہ ہے اسلام کا دین۔ فرق جو کچھ ہے وہ دین میں نہیں' شریعت اور منہاج میں ہے۔ ہر قوم کے حالات کے لحاظ سے اس کے لئے شریعت مقرر کی گئی۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ بہت تنومند اور صحت مند تھے۔ اس لئے ان کے روزے کئی کئی دن کے ہوتے تھے۔ بعد کی امتوں میں جسمانی ضعف پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے انہیں صرف ایک دن کا روزہ رکھنے کی ہدایت کی گئی۔ اس طرح کے اختلافات بنیادی اصولوں کے اختلاف نہیں ہیں۔ قومی مزاج اور حالات کے اختلافات ہیں۔ مگر اب وقت آ گیا ہے کہ قومی شریعتوں اور مناسک کی جگہ ایک بین الاقوامی شریعت اور بین الاقوامی مناسک و رسوم مقرر کئے جائیں تاکہ انسانیت ٹکڑوں میں بٹی رہنے کی بجائے متحد و متفق ہو سکے۔ اس کے لئے خاتم النبیین محبوب کائنات ﷺ اور ان کی شریعت و مناسک نازل کئے گئے ہیں' جو انبیائے سابقین علیہم السلام اور ان کی شریعتوں اور مناسک کی تکذیب نہیں کرتے' تصدیق کرتے ہیں اور ان شریعتوں اور مناسک کا بیشتر حصہ جو آج بھی مفید اور قابل عمل ہے۔ شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل کیا گیا ہے۔ صرف وہ چیزیں چھوڑ دی گئی ہیں جو اس زمانے کے مخصوص تقاضوں کے لئے تھیں اور جن کی کوئی دائمی اور ابدی حیثیت نہیں۔ وحدت دین' یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی دین تھا' اس نظریئے کو قرآن میں اس طرح واضح کیا گیا ہے۔ ''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرح ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے' اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام

اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں۔ اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ لوگوں میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تیرا رب پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقت مقرر تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگلوں کے بعد لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے۔ وہ اس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ حالت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لئے (اے محمد ﷺ) اب تم اسی دین کی طرف دعوت دو اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے۔ میں اس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے'' (سورۃ الشوریٰ)۔

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ محمد ﷺ کا دین وہی ہے جو نوح' ابراہیم' موسیٰ' علیہم السلام کا تھا اور انکی نسل کے بعد پچھلی نسلوں نے اپنی تحریفات سے اس دین میں تفرقے پیدا کر دیئے تھے۔ آپس کی ضد اور تعصبات کو مذہب بنا لیا تھا۔ یہ بات بھول گئے کہ دین سب کا ایک ہی ہے۔ اہل کتاب بھی اس وحدت کو بھول کر شکوک و شبہات کا شکار ہوئے۔ اب اے محمد ﷺ آپ کو حکم ہوتا ہے کہ سب کو اصل دین کی طرف بلاؤ اور کہو کہ دنیا میں اللہ قادر و کریم سے جو کتاب بھی آئی ہے میں ان سب کو مانتا ہوں' اور تم مختلف مذہبوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ان لوگوں سے انصاف کرو' یعنی جس کے پاس جو سچائی ہے' اسے قبول کرو اور اس سچائی پر سب آپس میں متحد ہو جائیں' جھگڑا ختم کریں۔ یہی بات ایک اور قرآنی آیت میں بھی کہی گئی ہے۔

''کہو (اے محبوب کریم ﷺ) ! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم (صرف اللہ کی اطاعت اور بندگی کرنے والے) ہیں'' (سورۃ آل عمران)۔

ایک اور مقام پر قرآن شریف میں کہا گیا ہے۔ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ یقیناً ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے۔ وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے'' (سورۃ الانعام)۔ سورۃ المومنون میں وحدت دین کا مضمون یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''اے پیغمبر (ﷺ) کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو' میں اس کو خوب جانتا ہوں اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں' پس مجھ ہی سے ڈرو۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے' اسی میں وہ مگن ہے''۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا۔ ''میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام سے دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور دین (جو مثل والد کے ہے) ایک ہے''۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب انبیاء علیہم السلام حق اور صداقت پر تھے تو محبوب کریم ﷺ کے احکامات کی پابندی اور پیروی کیوں ضرری ہوئی۔ آدمی کسی ایک نبی کو مان لے اور اس کی احکامات پر عمل کرلے تو وہ حق اور صداقت پر ہوگا۔ جب محبوب کریم ﷺ بھی حق پر ہیں اور حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام بھی۔ تو آدمی اگر موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام کی شریعت اور احکامات پر عمل کرتا ہے اور محبوب کریم ﷺ کے احکامات کو نظر انداز کرتا ہے تو اس میں آخر حرج کی کیا بات ہے؟ یہ الفاظ دیگر دنیوی اور اخروی نجات کے لئے کسی خاص نبی کی شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ آدمی اپنے حسب منشا کسی بھی نبی کی شریعت کو اپنے لئے منتخب کرسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ سے پہلے تمام شریعتیں وقتی اور محدود حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ ایک مختصر عرصہ کے لئے تھیں اور ان خاص حالات کے لئے تھیں جو اس وقت موجود تھے۔ یہ عرصہ اور یہ حالات چوں کہ ختم ہو گئے اس لئے یہ شریعتیں بھی منسوخ ہیں اور ان کی جگہ وہ شریعت محمدی ﷺ اب مستقل حیثیت رکھتی ہے جو ہر ملک کے لئے ہے ہر قوم کے لئے ہے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو شریعت ملی تھی' وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ کتاب استثنا (موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ ''موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ایک شریعت عطا فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت موسوی صرف آل یعقوب علیہ السلام کی شریعت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشن محدود مشن تھا اور وہ صرف یہ تھا کہ ''اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں' جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے' کی جگہ میں لاتا'' (کتاب خروج۔۸)۔ ''بس اب تو جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال'' (کتاب خروج۔۱۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد فقط اتنا تھا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھٹکارا دلائیں اور انہیں ایک علیحدہ آزاد وطن لے کر دیں۔ اس لئے ان کی شریعت بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل کے بھی اس خاص حالات کے لئے تھی۔ تاہم اس کا جو دائمی اور ابدی حصہ ہو سکتا تھا' وہ شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل کیا گیا۔ شریعت موسوی علیہ السلام کے بیشتر احکام شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل ہیں اور جو نہیں شامل ہیں وہ وقتی نوعیت کے تھے' یا سرے سے احکام ہی نہیں تھے۔ بعد کے لوگوں نے انہیں خواہ مخواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی آئے وہ بھی سب بنی اسرائیل کے لئے ہی تھے اور انہوں نے شریعت موسوی ہی کو برقرار رکھا۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کہتے ہیں۔ ''میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا''۔ انجیل متی میں ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا تو انہیں ہدایت کی۔ ''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ

ہونا"۔اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں کی تبلیغ غیر قوموں کے لئے نہیں تھی اور بنی اسرائیل میں سے بھی سامریوں کے لئے نہیں تھی۔اس لئے ان کے پاس جانے کی ممانعت کر دی گئی۔اس کے برخلاف جان رحمت ﷺ کا خطاب یاایھا الناس رہا ہے۔قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا "اے محمد ﷺ کہہ دیں کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"(سورۃ اعراف)۔انا ارسلنک شاھد ونذیرا "اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے"(سورۃ سبا)۔انبیائے سابقین علیہم السلام کو خود بھی یہ بات معلوم تھی کہ ان کا مشن محدود نوعیت کا ہے اوران کے احکامات وقتی ہیں اور ایک ایسا نبی جو ساری انسانیت کا نبی ہو اور جس کی شریعت چاروانگ عالم کے لئے ہو وہ ابھی آنے والا ہے۔اس لئے انہوں نے اس آنے والے نبی کی پیشین گوئی بھی کی اور یہ ہدایت بھی کی کہ وہ جب آئے تو اس کی اطاعت کرنا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اوراپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا"(استثنا ۱۸۔۱۹)۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی طرح ایک صاحب شریعت نبی اور آئے گا اور اللہ کے نئے کلام کے ساتھ آئے گا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا۔"لیکن وہ فارقلیط (احمد ﷺ) پاکیزگی کی روح ہے جسے باپ (خدا) میرے نام سے بھیجے گا۔وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا"(یوحنا ۱۴۔۲۶)۔"اوروہ فارقلیط آکر دنیا کو گناہ سے راستی وعداوت سے قصوروار ٹھہرائے گا۔گناہ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔لیکن جب یہ یعنی سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔میرے بزرگی کرے گی"(یوحنا ۱۶۔۷)

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام کو خود ہی نا تمام قرار دیا ہے اور ایک آئندہ آنے والے کی خبر دی ہے۔معلم کائنات ﷺ نے اعلان کیا۔"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اوراپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے"۔دین کو کامل کرنے کا دعویٰ محبوب کریم ﷺ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔اس لئے کہ یہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے سامنے کامل نہیں ہوا تھا۔آپ ﷺ ہی کے زمانے میں آکر کامل ہوا اور آپ ﷺ کے بعد پھر کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے ختم نبوت کا بھی اعلان کیا گیا۔جان کائنات ﷺ سے پہلے کسی نے ختم نبوت کا دعویٰ بھی نہیں کیا بلکہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے بعد ایک بڑے نبی کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی اوران پیشین گوئیوں کا مصداق محبوب کریم ﷺ کی ذات تھی۔

سرتاپا رحمت

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ''خدایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے''۔ یہ اس پیکر رافت و رحمت کی زبان درخشاں کے الفاظ مبارک ہیں کہ جن کے دندان مبارک غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ خون مقدس سے نعلین مبارک تر ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گذار ہوئے۔ کاش! آپ ﷺ ان پر دعائے بد فرما دیں۔ لیکن رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ ''میری بعثت کا مقصد لوگوں پر بددعائیں نہیں بلکہ میں تو داعی اور رحمت بن کر آیا ہوں''۔ وہ ذات گرامی جن کی طیب و طاہر زندگی کی قسم خالق کائنات نے کھائی اور جن کے نعلین مقدس سے شرف باریابی کے بعد شہر مکہ کو عظمت حاصل ہو گئی۔ کتاب مقدس کی آیات کریمہ میں جن کی مدح سرائی ہے۔ جو جامع البیان اور فصیح اللسان ہیں۔ جو مظہر اکمل ہیں۔ جو حبیب مکرم ہیں۔ جو نور الانوار اور معدن الاسرار ہیں۔ جو لباس فخر و مباہات کی زینت ہیں۔ جو سلطنت اقتدار و تصرف کا تاج ہیں۔ جو عقد نبوت کا واسطہ ہیں۔ جو فتوت و سخاوت اور جود و کرم کا بیکراں ہیں۔ جو صدف وجود کا در یکتا ہیں۔ جو مخزن عطا اور منبع فضائل ہیں۔ جو رافت و رحمت اور جلالت و ہیبت کے حقائق کا جامع ہیں۔ جو ربانی نظر عنایت کا مورد و مرکز ہیں۔ جو ازل سے ہر کمال کی اکملیت سے متصف ہیں۔ جو عالم کون و مکاں کے فرمارواہیں۔ جو ہر اس شے کے سربراہ ہیں جس پر ماسوی اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو اس وقت بھی اعلیٰ ترین مراتب پر فائز تھے جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز کیچڑ میں ہی تھے۔ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے وہی مالک لوائے حمد ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اللہ قادر و کریم اور اس کے بندوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ صرف محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین ''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے''۔ واضح رہے کہ (مذکورہ آیت میں) یہ وہی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے چنانچہ اللہ کریم کے اس ارشاد گرامی ورحمتی وسعت کل شیء ''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے'' (سورۃ اعراف) میں اس رحمت عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امور حقیہ اور امور خلقیہ میں سے جس بھی امر پر شیئت کا اطلاع ہو سکتا ہے جان کائنات ﷺ کی رحمت ان سب کو محیط ہے۔ اسی لئے اللہ قادر و کریم نے مذکورہ آیت کے پچھلے حصے میں ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ''تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو غلامی کریں گے اس نبی امی کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں'' (سورۃ اعراف)۔

تو جس آدمی نے محبوب کریم ﷺ کے اس طریقہ کی ''جو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ صرف آپ ﷺ کے مقام محمدی کو پالے گا اور فساکتبھا الذین (الایہ) کا بھی یہی مقصد ہے۔ یعنی وہ لوگ رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔ جاننا چاہئے کہ رحمت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رحمت عامہ اور دوسری رحمت خاصہ۔

خاص رحمت وہ ہے جس کے باعث خالق کائنات اوقات مخصوصہ میں اپنے بندوں پر تجلی فرماتا ہے اور عام رحمت محسن کائنات ﷺ کی حقیقت ہے اور اسی کے سبب اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے حقائق پر رحمت

فرماتا ہے اور پھر ہر ایک شے اپنے مرتبہ وجود میں جلوہ نما ہوتی ہے اور اسی رحمت کے سبب موجودات میں قبول فیض کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رحمت کائنات ﷺ کی روح منور کو پیدا فرمایا تا کہ اللہ کریم آپ ﷺ کے طفیل موجودات ممکنہ پر رحم فرمائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موجودات کو رحمت دو جہاں ﷺ کے مجموعہ پر پیدا فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے نور مبارک سے ہی عرش، کرسی اور تمام عوالم علوی و سفلی پیدا فرمائے تا کہ وہ رحمت دو جہاں ﷺ کی برکت سے رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب رحمت دو جہاں ﷺ کے ہی نسخہ عظیم کے نمونہ پر آپ ﷺ کی ماہیت کریمہ سے پیدا ہوئے۔

اسی لئے اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ کیونکہ تمام ماسوئی اللہ جان کائنات ﷺ کے ہی نسخہ پر ہے۔ لہذا حکم رحمت وجود کو لازم ہے اور حکم غضب (لازم نہیں بلکہ) عارضی ہے اور غضب صفات عدل سے ہے اور عدل فضل ہے اور یہ نقطہ تو واضح ہے کہ ذاتی صفات اور فعلی صفات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا رحمٰن ورحیم نام تو ہے مگر قہر و غضب اس کا (صفات ذات سے) نام نہیں ہے۔ اسی لئے یہ کہنا روا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے 'رحمٰن ورحیم' ہے مگر یہ کہنا مطلقاً جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی غضب و قہر سے متصف ہے۔ ان تمام کا راز بھی ہے کہ اللہ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس لئے محبوب کریم ﷺ کے لئے وجود اس طرح ہے جیسے صورت کے لئے آئینہ ہوتا ہے۔ یا آپ ﷺ کے لئے یہ وجود اس طرح ہے جیسے ذات کے لئے صفت ہوتی ہے۔ یا وجود کو آپ ﷺ سے وہ نسبت ہے جو جز کو کل سے ہوتی ہے۔ لہذا سرکار دو جہاں ﷺ کی طرف نسبت کی وجہ سے رحمت تمام موجودات کو شامل ہے۔

محترم قارئین کرام! جب خالق کائنات نے اس چھپے ہوئے خزانے کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی پہچان کروانے کے لئے اس جہان امکان کو پیدا کر دینا پسند فرمایا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ قادر و کریم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا'' اور تمام موجودات اس ازلی تجلی میں اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود اور حقیقتاً ثابت تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی صلاحیت سے بھی آگاہ تھا کہ حدوث و قدم کے مابین کوئی واسطہ و نسبت نہ ہونے کی وجہ سے یہ تمام موجودات اس کے عرفان کی طاقت نہیں رکھتے۔ جبکہ محبت کا تقاضا اور مدعا یہ تھا کہ ان موجودات پر اس کا ظہور ہوتا کہ وہ اس کی پہچان کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس محبت سے محبوب کریم ﷺ کو پیدا فرما کر انہیں اپنی ذاتی تجلیات سے مختص فرمایا اور پھر اس محبوب ﷺ سے تمام مخلوق پیدا فرمائی تا کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو جائے اور یوں وہ بھی اس نسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کر لیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب اس حقیقت کا تعارف فرمایا۔ ''پس سارا جہاں صفاتی تجلیات کا مظہر ہے اور محبوب کریم ﷺ ذاتی تجلیات کا مظہر ہیں اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہیں اسی طرح سارا جہاں محبوب کریم ﷺ کی فرع ہے لہذا رحمت دو جہاں ﷺ ساری مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہیں اور اس امر پر دلیل آپ کا وہ فرمان مبارک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام خلائق میرے نور سے ہیں' اور پھر آپ ﷺ کی

ذات گرامی کو رحمت بنایا تو زمان ومکاں کی قید نہ رکھی یعنی اٹھارہ ہزار جہانوں کے ہر ہر ذرے کے قریب جہاں خدا کی خدائی ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ کی مصطفائی ہے۔وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ شیخ محمود احمد آلوسی حنفی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔رحمۃ للعالمین ای رحم للعالمین ''آپ ﷺ تمام تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے ہیں'' گویا رحم تو وہی کرسکتا ہے جو حاضر بھی ہو موجود بھی ہو اور زندہ بھی ہو مردہ بھلا کسی پر کیا رحم کرسکتا ہے۔پیکر جود و کرم کے بحر رحمت کی موجیں ہر دور اور ہر زمانے میں اہل حق فقراء فانی اللہ بقا باللہ کو سیراب کرتی رہیں۔سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ جب اس بحر بیکراں میں درجہ فنا کو پہنچے تو اس کا اظہار کچھ اس طرح فرمایا۔

ہر کہ بیند روئے من شد اولیاء
روئے من ہا روئے رحمت مصطفی ﷺ

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے چہرے کی صرف زیارت کر لی تو وہ اللہ کا ولی بن گیا اور یہ کمال و اعزاز اس لئے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی آغوش رحمت میں رہ رہ کر میرا چہرہ رحمت مصطفیٰ ﷺ کے انوار کی تجلی گاہ بن گیا۔اپنی مایہ ناز تصنیف رسالہ روحی شریف میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ رحمنی وسعت کل شئی کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ ھویت ذات میں فقر کا وہ خاص مقام ہے جہاں رحمت الٰہی ہر چیز پر محیط نظر آتی ہے۔خالق کائنات نے اسی رحمت سے اکتساب فیض کے لئے اہل ایمان کی راہنمائی فرماتے ہوئے کتاب مقدس میں ارشاد فرمایا۔ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ''بیشک میری رحمت میرے محسن بندوں (میری ذات کا دیدار کرنے والوں) کے قریب ہے''۔رحمت الٰہی کی اسی وسعت کا کمال ہے کہ عارف واصل جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اسے دیدار الٰہی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ اپنی ہستی اور غیریت کے تمام نقوش مٹا کر مطلق کے ساتھ مطلق ہو جاتا ہے۔اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ دریائے رحمت کے کنارے تک رسائی کے لئے اس کے محسن بندوں کی چوکھٹ پر آنا پڑے گا۔علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ زبان حال سے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہ نہ پہچانا تیری ذات پُر انوار کو
جو نہ سمجھا احمد ﷺ بے میم کے اسرار کو

اوصاف محبوب کریم ﷺ

محترم قارئین کرام! محبوب دو جہاں ﷺ کو جہاں رب العالمین نے خاتم النبیین ﷺ کی صفت سے نوازا' وہاں آپ ﷺ کے اندر بے شمار اوصاف حمیدہ بھی پیدا فرما دیئے۔آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار بنا کر مبعوث فرمائے گئے اس لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اوصاف و کمالات بھی آپ ﷺ کے اندر یکجا کر دیئے گئے بقول شاعر۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انداز گفتگو کو انسانی شخصیت کے اندر بڑا اہم گردانا جاتا ہے اس لئے اللہ قادر وکریم نے آپ ﷺ کو ایسی فصاحت و بلاغت اور قوت گویائی عطا فرمائی تھی کہ روئے زمین پر کسی کو اس صفت سے نہ نوازا گیا تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اوتیت جو امع الکلم و نصرت بالصبا ''مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور میری مدد صبا کے ذریعہ کی گئی جوامع الکلم کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے الفاظ جو خود تو بہت کم ہوں لیکن ان الفاظ کا مفہوم بہت ہی وسیع ہو اور وہ الفاظ اپنے اندر سمندر کا سا مفہوم سموئے ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ کے انداز تکلم و اسلوب خطابت کی ایک بہترین خصوصیت یہ تھی کہ الفاظ کم ہوتے تھے اور معانی و مطالب بہت زیادہ۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے کلام میں تکبرانہ انداز قطعاً نہ تھا اور تصنع و بناوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا قریش میں جان کائنات ﷺ کی پیدائش اور بنی سعد میں پرورش سے آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت صراحت بیان و مقابلہ اور عمدہ لفظی اسلوب کے علاوہ آپ کو وہ تائید الٰہی بھی حاصل تھی جس کا ذریعہ وحی ربانی تھا۔

جان رحمت ﷺ کے کلمات وارشادات حکمت و مواعظہ حسنہ کے انمول موتی' حقیقت و صداقت کا خزینہ بے بہا اور معرفت کا گنجینہ بے کراں تھے خطابات نبوی ﷺ تاثیر اور رقت انگیزی میں در حقیقت معجزہ الٰہی تھے۔ محبوب کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندے دوزخ کی آگ میں جائیں اور جلیں۔ یہ ارشاد ایک ایسے نفسیاتی ماحول میں ہو کہ ہر شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احساس اور یقین سے لبریز ہو گیا۔ محسن کائنات ﷺ کبھی بھی اپنے خطبے میں اجنبی اور غیر فصیح الفاظ استعمال نہیں فرماتے تھے۔ جب بھی وعظ فرماتے حکمت و دانش کے موتی بکھر جاتے۔ رحمت کائنات ﷺ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے اور میں عرب کا فصیح و بلیغ گفتگو کرنے والا شخص ہوں۔ اگر گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کو مخصوص حالات کے مطابق معجزات و کمالات عطا کئے گئے تھے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب مبعوث فرمایا گیا تو اس وقت طب و حکمت کا چرچا عام تھا۔ چنانچہ اللہ قادر وکریم نے انہیں اعجاز مسیحائی عطا فرمایا جس کے ذریعہ سے انہوں نے لوگوں کو متاثر کیا۔ اسی طرح اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا جائے تو اس دور میں جادو کا چرچا بڑا عام تھا اور اس سے لوگ بڑے متاثر تھے چنانچہ اللہ قادر وکریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا فرمایا اور آپ ﷺ نے جادوگروں کو حیران و پریشان کر دیا۔ اسی طرح جب ہم محبوب کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ کی بعثت بھی عین اس موقع پر ہوئی کہ جب عربوں کے اندر فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا اور اہل عرب زبان دانی کے درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ قادر وکریم نے آپ ﷺ کو قرآن مجید جیسی کتاب عطا فرمائی اور آپ ﷺ کے قلب اطہر اور زبان مبارک کو فصاحت و بلاغت کے جملہ محاسن و کمالات سے نوازا گویا فصاحت و بلاغت آپ ﷺ کے مزاج مبارک مین رچ بس گئی تھی۔ مکہ میں ایک مرتبہ معلم

اخلاق ﷺ نے بعض سورتوں کی چند آیتیں تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے مشرکین و کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رحمت دو جہاں ﷺ سے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ میں سارے عرب میں پھرا اور میں نے بڑے بڑے خطیبوں کا کلام سنا ہے اور شاعروں کے اشعار سنے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑا فصیح و بلیغ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں تمام مسلمان جمع ہوئے تو محسن کائنات ﷺ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک ہی نسل سے ہیں۔ اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو جس نے ایک ذات سے تم سب کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ درہم، فلہ کھجور کا ایک ٹکڑا جو بھی ہو راہ خدا میں دو۔ آپ ﷺ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ تھا اس نے سامنے رکھ دیا حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اپنے کپڑے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ قبیلہ اوس اور خزرج جو کہ دشمن و عداوت میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت نے ان میں محبت و اخوت کے دریا بہا دیئے اور یوں وہ تو میں آپس میں شیر و شکر بن گئیں۔ یہ اللہ کا عطیہ تھا۔ زبان نبوت کو پاکیزگی اور شائستگی کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام اعلیٰ اوصاف سے نوازا صرف ماحول سے کوئی بات نہیں ہوتی بلکہ مشیت ایزدی ہی سب کچھ ہوتی ہے جس طرح ایک بہترین ماحول میں ایک ذہین و فطین پرورش پاتا ہے اس طرح اسی ماحول میں ایک کند ذہن اور غبی بھی پرورش پاتا ہے۔ بیان و خطبہ میں جس قدر اعلیٰ فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوگا۔ اسی قدر اس بیان کی تاثیر بھی زیادہ ہوگی اس کے متعلق راحت کائنات ﷺ نے فرمایا ان من البیان لسحرا ''بعض بیانات و خطبوں میں جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے''۔ جان کائنات ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ ایمان کی افضل ترین صورتیں ہیں۔ یہ سن کر صحابی نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس شرط پر کہ تو راہ خدا میں اس حال میں قتل کر دیا جائے کہ تو صبر کرنے والا ثواب میں نیت رکھنے والا اور آگے بڑھنے والا ہو نہ کہ پیچھے ہٹنے والا پھر آپ ﷺ نے دوبارہ سوال پر بھی یہی جواب دیا مگر آخر میں تھوڑا اضافہ کیا فرمایا کہ گناہ تو معاف ہو جائیں گے سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہ ہوگا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ بات ابھی ابھی مجھے بتائی ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن راحت جاں ﷺ نے تقریر فرمائی اور اس تقریر و بیان میں اس قدر تاثر تھا کہ ایسا بیان کسی نے نہیں سنا تھا۔ دوران تقریر آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ تم جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ جب آپ ﷺ نے یہ جملہ بیان فرمایا تو پھر حاضرین جلسہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور انہوں نے اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لئے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ راحت جاں ﷺ نے تقریر فرمائی۔ جس میں قبر اور عالم برزخ کے حالات و واقعات بیان فرمائے۔ آپ ﷺ کا کلام خطبہ بڑا فصیح و بلیغ مدلل اور جامع و مانع ہوا کرتا تھا۔

رحمت دو جہاں ﷺ کے اندازِ تکلم و فصاحت و بلاغت ہی کا نتیجہ تھا کہ دین اسلام ترقی کے زینے چڑھتا گیا اور لوگ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر دین اسلام کو جوق در جوق قبول کرنے لگے اور اگر بڑے سے بڑا کافر و مشرک بھی آپ ﷺ کے سامنے آتا تو اس پر آپ ﷺ کا کلام حاوی ہو جاتا۔

دراصل جان کائنات ﷺ کی داستان کسی خیالی کردار کا افسانہ نہیں بلکہ خدا نے خود زمین پر اس عظیم شخصیت کو کریمانہ اور فصاحت و بلاغت جیسی قوت گویائی عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ جس طرح اللہ قادر و کریم نے اپنی فصیح و بلیغ کتاب آپ ﷺ پر نازل فرمائی اسی طرح آپ ﷺ کو قوت گویائی بھی عطا فرمائی۔ قرآن کریم میں اللہ قادر و کریم کا ارشاد ہے ”محبوب ﷺ جو بات بھی کرتے ہیں وہ اپنی خواہش سے نہیں کرتے بلکہ وہ تو نری وحی ہوتی ہے (اللہ کی طرف سے)“ تو اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کلام جو آپ ﷺ کی طرف سے کیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے کلام میں فصاحت و بلاغت نہ ہو گی تو پھر دنیا میں کس کے کلام میں یہ بات ہو گی۔

رحمت دو جہاں ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام خوش آواز خوبرو تھے مگر رحمت کائنات ﷺ کی آواز میں قدرے گرانی تھی جو اوصاف حمیدہ میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ بلند آواز بھی اتنے تھے کہ جہاں تک آپ ﷺ کی آواز پہنچتی تھی کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ ایک ایک لفظ کو الگ الگ ادا فرماتے۔ بعض اوقات الفاظ کی تکرار فرماتے تاکہ سننے والا اچھی طرح سمجھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن مالک دو جہاں ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ میری بات سننے کے لئے بیٹھ جاؤ۔ محسن کائنات ﷺ کی اس آواز مبارک کو مدینہ شہر میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور تعمیل میں وہیں بیٹھ گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راحت جاں ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا جس سے ہمارے کان کھل گئے۔ یہاں تک کہ ہم اپنی اپنی جگہ آپ ﷺ کا کلام سنتے تھے۔ یہ معجزہ کیا کم ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر محبوب کریم ﷺ نے ایک لاکھ افراد کو خطبہ دیا ہر شخص نے ایسے ہی سنا جیسے وہ محبوب کریم ﷺ سے قریب ترین بیٹھ کر سن سکتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی بلند اور گرجدار آواز کا ہی اعجاز تھا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا جو کہ ایک بدو خاتون تھیں۔ جان رحمت ﷺ نے سفر ہجرت میں ان کے خیمے میں تھوڑی دیر آرام فرمایا تھا۔ انہوں نے جہاں مالک دو جہاں ﷺ کی اور تعریفیں بیان کیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی جیسے ہار میں موتی پروئے ہوئے ہوں۔ دوستو فلاح و کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیاں بسر کی جائیں۔

جمال محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سراقدس:

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محبوب کریم ﷺ کا سر ناز عظیم تھا۔

☆ حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ

کے جسد اطہر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سر ناز عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں۔

جبین مقدس:

☆ حضرت امام حسن بن الامام علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ محبوب کبریا ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

ابرو مبارک اور بھویں:

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ محسن کائنات ﷺ کے ابرو مبارک مقدار میں طویل تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں تھے ُ اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

مبارک آنکھیں:

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی مقدس آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ بھنویں مبارک طویل اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر ملی ہوئی نہیں تھیں (اگر چہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور پلکیں دراز۔

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سرخ باریک دھاریاں تھیں اور ابوداؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اشکل العینین کی بجائے اشہل العینین وارد ہے۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

☆ حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب راحت جاں ﷺ کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔

چہرہ انور:

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ روح کائنات ﷺ کے رخسار مبارک ڈھلوان تھے اور زیادہ ابھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جبڑوں سے چپکے ہوئے بلکہ پر گوشت تھے اور چہرہ اقدس کو چودھویں کے چاند کی مانند گول اور مدار بنائے ہوئے تھے)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''پیکر جمال و کمال ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ناک مبارک:

☆ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی ناک مبارک درمیان سے

ذرا خمیدہ تھی اور بلند اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوۂ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

دہن مبارک اور دندان مقدسہ:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا منہ مبارک ذرا چوڑا (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔

☆ حضرت جمیع سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔

☆ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے تبسم اور ضحک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہو گئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن کائنات ﷺ کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی محبوب کریم ﷺ کے معدن خلق اور تبسم سے ہے۔

نکہت اقدس:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک راحت جاں ﷺ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھے اور ان کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن محبوب کریم ﷺ کی نکہت اقدس اور طیب ریح اور جسد اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور مہک بالکل نرالی تھی (کہ دنیا کے مشک وعنبر وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی)۔

چہرۂ انور کی تابانی اور صباحت وملاحت:

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ عظیم اور بزرگ تھے اور خدا داد رعب وجلال کے مالک۔ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کے چہرہ اقدس میں تدبر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا چہرہ انور مستدیر اور گول تھا۔

☆ حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا نے رحمت دو جہاں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرۂ انور انتہائی نورانی تھا اور تاباں۔

<u>ریش مبارک:</u>

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جانِ کائنات ﷺ کی ریش مبارک عظیم اور مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک گھنی تھی۔

☆ عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ محبوب کریم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔

<u>موئے مبارک:</u>

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جانِ کائنات ﷺ کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی درازی اور طوالانی کی وجہ سے کان مبارک کے نرمہ تک ہوتے۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ ﷺ کے کندھوں کو چھوتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے۔ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ واصف مصطفےٰ ﷺ سے راوی ہیں کہ راحت دو جہاں ﷺ کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے۔ جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہو جاتے (کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچے) اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچے تھے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ کے بال مبارک جمہ اور فرو کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ مبارکہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں اگے ہوئے کانٹے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ ﷺ نے مانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب مانگ نکالا کرتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے کچھ عرصہ سدل فرمایا اور اس کے بعد مانگ نکالی۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''گیسوئے محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

گردن مبارک:

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے محبوب کریم ﷺ کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سرفرازی تھی۔

☆ حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ محبوب خدا ﷺ کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں تمثال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

☆ عثمان بن عبدالملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ تھے کہ مالک دو جہاں ﷺ کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

کندھوں کا درمیانی فاصلہ:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے مبارک کندھوں میں مناسب فاصلہ تھا (ذرا بعد اور دوری تھی) یہاں لفظ منکب وارد ہے' جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔

شانہ اقدس:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کندھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانے فربہ تھے اور جلالت و ہیبت کا مظہر اتم اور قوت توانائی کی عظیم نشانی تھے۔ یہاں لفظ کند وارد ہے اور اس سے دو کندھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

سینہ اقدس:

☆ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے۔

بطن اقدس:

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے جان کائنات ﷺ کی تعریف و توصیف

کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے معیب ناک نہیں کیا۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم ﷺ کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اوراق یاد آئے (ملاحت اور سفیدی کے لحاظ سے)۔

☆ محرش کعبی سے مروی ہے کہ سید خلق ﷺ نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ فرمایا (اور احرام باندھا) تو میں نے آپ کے پیٹھ مبارک کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی (پگھلا کر) ڈھالی گئی ہے (اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لامحالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی)۔

ناف مبارک:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین و آخرین ﷺ کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا جسد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک باریک سا خط تھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصہ' کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے۔ اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

باکرامت انگلیاں:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک دو جہاں ﷺ کی باکرامت انگلیاں ہتھیلیوں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

کف دست اقدس:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی مقدس ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحب جود و عطاء ﷺ کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فراخ تھیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلق ﷺ کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ اس قدر ملائم تھیں اور مجسم لطافت کہ میں نے کوئی خز اور ریشم ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

☆ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے محسن کائنات ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ محبوب کریم ﷺ کا دست اقدس ملائم تھا۔

☆ عون بن ابی جحیفہ اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ روح کائنات ﷺ وادی بطحا کی طرف نکلے۔ ایک نیزہ بطور سترہ آپ ﷺ کے سامنے گاڑا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست

اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر ہوا اور دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

مبارک کلائیاں:

☆ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راحت جاں ﷺ کی کلائیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑ ضخیم تھے (جو کہ قوت و توانائی کی علامت تھے)۔

☆ صالح مولی التوامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی کلائیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

مبارک پنڈلیاں:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (انتہائی موزوں انداز میں) پتلی تھیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)۔

☆ عبدالرحمٰن بن مالک اپنے باپ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے بھائی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے محبوب دو جہاں ﷺ کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔ تو آپ ﷺ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک دمک کی رو سے) یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر لگا ہو۔

مقدس ایڑیاں:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن کائنات ﷺ کی ایڑیاں مبارک زیادہ بھاری اور پر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور پتلی تھیں (رواہ مسلم)۔

پائے اقدس:

☆ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصہ اور نچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پر گوشت بھی نہیں تھے۔ تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

☆ عثمان بن عبدالملک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ ﷺ کے حاشہ نشیں اور حاضر بارگاہ تھے۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے ملتہا ضخیم و عظیم تھے (جو کہ خداداد قوت و طاقت کے مظہر تھے)۔

☆ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ جلیل المشاش تھے یعنی آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے آخری

حصے عظیم وضخیم تھے مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے۔

اعتدال خلق:

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔ آپ ﷺ کا بدن اقدس نہ بالکل دبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلا پن اور استرخاء غم پیدا نہیں ہوا تھا۔

قامت رعنا:

☆ حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول ﷺ اور وصف محبوب کریم ﷺ بیان کرتے ہوئے سنا کہ محسن کائنات ﷺ میانہ قد تھے نہ انتہائی طویل اور نہ بالکل مختصر۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ درمیانہ قامت کے مالک تھے۔

☆ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جد اکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ محبوب کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل ممغط تھے اور نہ قصیر متردد یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رعنا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قد رکھتے تھے۔

☆ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کا قد زیبا کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل سے طویل آدمی کے ساتھ مل کر آپ چلتے تو آپ ﷺ اس سے بلند نظر آتے اور بسا اوقات وہ بلند وبالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے بالا و بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ ﷺ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

جلد مطہر:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جان کائنات ﷺ کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے۔ میں نے ہر قسم کے خز و دیباج اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نفاست اور نرمی وملائمت محبوب کریم ﷺ کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

☆ عثمان بن عبد الملک اپنے ماموں سے ناقل ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ

انتہائی ملائم اور رقیق ونفیس تھا۔

رنگت مبارک:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کا رنگ مبارک میں بہت ہی آب وتاب اور چمک ودمک تھی نہ بالکل گندم گوں اور نہ بالکل سفید۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب کائنات ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ رنگ مبارک کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور جاذب نظر ودلکش)۔

حسن وجمال:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے کبھی بھی کوئی چیز رحمت دو جہاں ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین وجمیل صرف محبوب کریم ﷺ کو ہی پایا ہے (اخرجہ البخاری والمسلم)۔(مزید تفصیل ہماری کتاب "تذکرہ حسن محبوب ﷺ" میں ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ محبوب کائنات ﷺ کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؟ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ (چودھویں کے) چاند کی مانند تھا یعنی تلوار میں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتہً زائل نہیں ہوتی لیکن محسن کائنات ﷺ کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ ومبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا بھی تو ہم پیدا ہوسکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا (بخاری شریف)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے محبوب کریم ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں پایا۔ چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نازنین خلق ﷺ کو سرخ دھاری دار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ میں کبھی ماہتاب آسمان کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی ﷺ کو دیکھتا تھا۔ بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ آپ ﷺ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاری دار زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو جان کائنات ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے (اخرجہ البخاری والمسلم)۔

☆ سعید جریری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محبوب کبریاء ﷺ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو (یعنی صحابہ کرام میں سے) میں نے عرض کیا آپ کا حلیہ مبارک تو مجھے بتائیے تو انہوں نے فرمایا محبوب کریم ﷺ سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جسد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریرا۔

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ روح کائنات ﷺ دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ راحت جاں ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین و جمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

☆ محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ محبوب دو جہاں ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کا سایہ مبارک نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کی چمک دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آجاتی اور جب بھی چراغ کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کی ضیائیں چراغ کے نور پر غالب آجاتیں۔

پسینہ مبارک:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک کائنات ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو آکر کسی نے بتلایا کہ محبوب دو جہاں ﷺ تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر (چمڑے کا بنا ہوا بچھونا) تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے کتنی ساز و سامان والا تھیلا کھولا اور اس میں خوشبو والی شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھاتیں اور ان شیشیوں میں نچوڑتیں۔

☆ رحمت دو جہاں ﷺ کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کیا ہے (رواہ مسلم)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رنگت مبارک چمکیلی اور آپ ﷺ کا پسینہ مبارک لولو آبدار کی مانند تھا (جبکہ قطرات کی صورت میں ڈھل جاتا تھا)۔

☆ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا پسینہ مبارک چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لولو آبدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور مہک والا ہوتا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کے قطرات چمک دمک میں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو و مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔

☆ حبیب بن ابی حروہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رحمت دو جہاں ﷺ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو محبوب کریم ﷺ نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا۔ آپ کی بغل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جان کائنات ﷺ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری معاونت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا' کل میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمانے لگے حتی کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور گھر والوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لئے یہ عظیم خوشبو ثابت ہو گی) جب اس گھر والے اس خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر والوں کا نام ہی مطیبین پڑ گیا یعنی خوشبودار لوگ (الوفا احوال مصطفی ﷺ)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب "میرا محبوب ﷺ کتنا حسین ہے" میں ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے حسین ذکر

افضل العبادات الصلوۃ علی النبی المختار ﷺ "تمام عبادات سے افضل عبادت محبوب کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ہے"۔

محو ہوتا ہوں جب بھی درود و سلام میں
ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں میرے وجود میں

محترم قارئین کرام! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب سے

فرمایا۔لا اذکر فی مکان الاذکرت معی یا محمد ممن ذکر نبی ولم یذکرک فلیس له فی الجنة نصیب ''اے محمد (ﷺ) جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے' جس نے میرا ذکر کیا مگر آپ کا ذکر نہ کیا' جنت میں اس کا کوئی حصہ نہیں''۔اپنے محبوب ﷺ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے بلند کر رکھا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ورفعنا لك ذكرك ''اے محبوب (ﷺ) ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمادیا ہے''۔رحمت دو جہاں ﷺ کی تعریف آپ ﷺ کی شان کے مطابق بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔آپ ﷺ کے اخلاق' سیرت' کردار اور عظمت کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا ہے۔آپ ﷺ کا ذکر اور تعریف عبادت ہے اور درود شریف محبوب کریم ﷺ کی تعریف کا دوسرا نام ہے۔درود پاک تاجدار انبیاء' محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کے ہاں نذرانہ عقیدت' عظمت شان' ایمان کامل کا اعلان' اوصاف جمیلہ کی تعریف و توصیف' لامتناہی محبت وعقیدت اور محبوب کریم ﷺ کے اعزاز واکرام کا دوسرا نام ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ان الله وملئكته يصلون على النبى ط يا الذين امنو صلوا عليه وسلمو تسليما ''بے شک اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو''۔یہ آیت مدینہ منورہ میں شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوئی اور اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ تم محبوب کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجو جس طرح کہ میں اور میرے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یعنی محبوب کریم ﷺ پر درود بھیجنے والے تین اللہ تعالیٰ' فرشتے اور اہل ایمان ہیں۔جان رحمت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ محبوب کریم ﷺ کے ذکر کو بلند کر رہا ہے۔

۲۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کے دین مبارک کو غلبہ عطا فرمارہا ہے۔

۳۔ اللہ کریم نے تمام انبیاء کرام علیہم اسلام کی شریعتوں کو منسوخ کر کے اپنے محبوب ﷺ کی شریعت مبارکہ کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنے کا اعلان فرمایا ہے اور اب ہمیشہ قیام قیامت تک اپنے محبوب ﷺ کی اداؤں کو جمیع اہل ایمان کا عمل اور مدار نجات اور قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دے رہا ہے۔

۴۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوب کریم ﷺ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ رہے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے للاخرة خيرلك من الاولى اور بعد میں آنے والا ہر لمحہ آپ ﷺ کے لئے پہلے لمحے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔

۵ روز محشر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام شفاعت ووسیلہ عطا فرمائے گا اور فرمائے گا ''محبوب سوال کرو ہم آپ کو عطا کریں گے' شفاعت کرو ہم آپ کی شفاعت قبول کریں گے'' (مسلم شریف)۔

۶۔ اللہ تعالیٰ جان رحمت ﷺ کے وسیلہ سے 'دیدار' حق تعالیٰ کی نعمت مومنین کو عطا فرمارہا ہے۔

فرشتوں کی طرف سے آپ ﷺ پر درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کے دین کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کو دنیا میں فروغ بخشے یعنی فرشتے ہر لحاظ سے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں۔ اہل ایمان کی طرف سے درود کا مطلب بھی اللہ پاک کی بارگاہ میں محبوب کریم ﷺ کی شان بلند کرنے کی التجا ہے۔ یعنی اہل ایمان پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ جب میں اپنے محبوب پر برکات کا نزول کرتا ہوں اور میرے فرشتے آپ ﷺ کی شان میں تعریف کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے محبوب ﷺ کی تعریف کرو۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ صلوۃ استعمال ہوا ہے جس کے تین معانی ہیں پہلا یہ کہ محبت اور عشق کی بنا پر رحمت کرنا یا مہربان ہونا۔ دوسرا التعریف و توصیف کرنا۔ تیسرا التجا کرنا۔ لہذا جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ کے معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے پہلا اور دوسرا مطلب مراد لئے جائیں گے لیکن جب صلوۃ کا لفظ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے بولا جائے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور التجا کرنا لیا جائے گا۔ سلموا تسلیما کا مطلب محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرنا ہے۔ مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں ہمیں صلوۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم اعتراف عجز کرتے ہیں اللھم صلی یعنی اے اللہ تو ہی اپنے محبوب ﷺ کی شان اور قدر و منزلت کو صحیح طرح جانتا ہے۔ اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر صلوۃ وسلام بھیج جو آپ ﷺ کے شایان شان ہو۔

درود پاک ایک انمول نعمت ہے جس کی فضیلت بے پناہ ہے۔ راحت جاں ﷺ سے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں جن میں درود پاک کے ان گنت فضائل بیان کیے گئے ہیں:۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے (نسائی شریف)۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جان رحمت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے قریب ہو گا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہو گا (ترمذی شریف)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا (مسلم شریف)۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نماز پڑھی حالانکہ رحمت دو جہاں ﷺ بھی موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ جب نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر حضور ﷺ پر درود بھیجا پھر اپنے لئے دعا کی محبوب کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا جو مانگو گے دیا جائے گا' مانگ دیا جائے گا۔

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جب کہ محبوب کریم ﷺ تشریف فرما تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے دعا مانگنا شروع کی یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ

پر رحم فرما۔ یہ سن کر حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو نے جلدی کی ہے لہٰذا جب تو نماز پڑھے تو اس کے بعد پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کیا کر پھر مجھ پر درود پڑھا کر پھر دعا مانگا کر۔ پھر ایک اور نمازی آیا اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر حضور پر درود پاک پڑھا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو جو دعا مانگے گا قبول ہوگی (مشکوٰۃ شریف)۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص محبوب کریم ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن بھر میں مجھ پر ہزار بار درود پڑھا وہ مرے گا نہیں جب تک کہ وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا۔

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دربار نبوت میں حاضر تھا اور میں نے جان رحمت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا درود پڑھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کر میں نے عرض کی اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ اگر زیادہ بہتری ہے تو میں وظائف کا نصف وقت درود پاک میں لگا دیا کروں فرمایا تیری مرضی اور تو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کی سرکار وظائف کے وقت میں سے دو تہائی میں درود پاک پڑھ لیا کروں۔ فرمایا تیری مرضی اور اگر تو اس میں زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ تو عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) میں پھر سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (ترمذی شریف)۔

☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن محبوب کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کا چہرہ بہت ہشاش بشاش تھا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب کیا آپ (ﷺ) اس بات پر راضی ہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹادوں اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دوں (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک پڑھو کیونکہ مجھ پر درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور تمہارے باطن کی پاکیزگی ہے اور جو مجھ پر ایک بار بھی درود پاک پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک پڑھنے

والے کو پل صراط پر عظیم نور عطا ہوگا اور جس کو پل صراط پر نور عطا ہوگا وہ اہل دوزخ سے نہ ہوگا۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار پانچ افراد دن رات محبوب کبریاء ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتے تھے تا کہ آپ ﷺ کی خدمت کی جائے۔ ایک دن آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور مجھے فرمایا۔ تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ اب میں حضور کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا تو رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دے گا (القول البدیع)۔

☆ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا جب بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ درود پاک کم پڑھے یا زیادہ پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ ایک مرتبہ باہر فضاء میں تشریف لے گئے اور کوئی پیچھے جانے والا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر گھبرائے اور لوٹا لے کر پیچھے ہوئے تو دیکھا کہ محبوب کریم ﷺ ایک بالا خانہ میں سر بسجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے اور جب رحمت دو عالم ﷺ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نے بہت اچھا کیا کہ تو مجھے سر بسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ اے اللہ کے حبیب جو کوئی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا (سعادۃ الدارین)۔

☆ سیدنا ابو کاھل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو کاہل جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں کہ اگر آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر درود پاک ہی وظیفہ بنا لوں تو کیسا رہے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو

اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا و آخرت کے تیرے سارے معاملات کے لئے کافی ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اپنے رب کریم کی حمد کی اور مجھ پر درود پاک پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہوں سے ڈھونڈ لیا (القول البدیع)۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ آقا دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود پیش نہ کیا جائے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور قیراط احد پہاڑ جتنا ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تم میں سے وہ شخص ہر مقام اور ہر جگہ پر میرے زیادہ قریب ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر درود پاک کی کثرت کی ہوگی اور تم میں سے جو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو کہ اس درود پاک کو لے کر میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے آتے ہیں اور وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ درود پاک کا ہدیہ فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا فلاں قبیلے کا ہے نے بھیجا ہے۔ تو میں اس درود پاک کو نور کے سفید صحیفے میں محفوظ کر لیتا ہوں (سعادت دارین)۔

☆ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود پاک مجھ پر ہر روز پیش ہوتا ہے لہذا جس نے مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا اس کی منزل مجھ سے زیادہ قریب ہوگی۔

☆ حضرت عامر بن ربیعہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جان کائنات ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دوران خطبہ فرماتے سنا۔ بندہ جب تک مجھ پر درود پاک پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھ پر درود پاک کم پڑھو یا زیادہ۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا کہ میرا ایک امتی پل صراط پر سے گزرنے لگا۔ کبھی وہ چلتا ہے کبھی گرتا ہے کبھی لٹک جاتا ہے تو اس کا مجھ پر درود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس امتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا (سعادۃ الدارین)۔

☆ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوندا! انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما۔ اس درود پڑھنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی (مسند امام احمد)۔

☆ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے راحت جاں ﷺ کو فرماتے سنا ہے جو مجھ پر درود پاک پڑھے میں اس کا قیامت کے دن شفیع ہوں گا (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو اس لئے کہ تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے درجہ اور وسیلہ کی دعا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا وسیلہ تمہارے لئے شفاعت ہے (جامع صغیر جلد اول)۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم شفیع اعظم سرور عالم ﷺ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ دربار الٰہی میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو اُسے چاہئے کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا جب مجھ پر کوئی شخص سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور حضور ﷺ کی امت کی طرف سے حضور ﷺ کو سلام پہنچاتے ہیں (نسائی شریف وسنن دارمی)۔

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پاک پڑھتے رہا کرو بے شک تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔

☆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ راحت جان ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس پر اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس پر اللہ خود درود بھیجتا ہے۔ اس کے لئے ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز چرند پرند شجر و حجر دعا کرتے ہیں (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دعا ایسی نہیں کہ اس میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہ ہو مگر جب کوئی شخص مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو اس درود پاک کی برکت سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور دعا درود پاک کے ہمراہ بارگاہ الٰہی میں درجہ قبولیت پر پہنچتی ہے اور اگر کوئی شخص دعا مانگنے کے ساتھ مجھ پر درود نہیں بھیجتا تو اس کی دعا الٹی لوٹ کر آ جاتی ہے (القول البدیع)۔

☆ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کونین ﷺ نے ایک مرتبہ فضائل حج بیان فرمائے کہ جو حج کر کے جہاد کو جائے تو ایک جہاد کا ثواب چار سو بار حج کے برابر پائے گا۔ وہ لوگ جن میں طاقت نہ تھی اس بات کو سن کر مایوس اور دل شکستہ ہونے لگے۔ محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا وہ ایسی جزا پائے گا جو چار سو (۴۰۰) مرتبہ جہاد کرنے والے کو ملتی ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمان مصافحہ کے وقت درود پڑھتے ہیں تو ان کے

جدا ہونے سے پہلے رب غفور ورحیم ان کے سب کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ہر جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت کیا کرو کیونکہ یہ دن اہم و مشہور ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو بندہ مجھ پر درود پاک پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ بندہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ تک درود پڑھنے والوں کی آواز پہنچے گی۔ فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی سنوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ حرام کر دیئے ہیں (جلاء الافہام)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں سے فرشتے روانہ کرتا ہے۔ ان کے پاس سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ وہ جمعرات کے دن اور جمعہ کی شب میں جو حضور پرنور ﷺ پر درود پڑھتے ہیں ان کا نام لکھ لیتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور اس میں محبوب کریم ﷺ کے نام پر درود پاک نہیں پڑھتے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو گئے لیکن ان پر حسرت طاری ہوگی جب وہ جنت میں درود پاک کی اعلیٰ جزاء دیکھیں گے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا بخیل کون ہے اور لوگوں میں عاجز کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے اور عاجز وہ ہے جو درود پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوئی تلاش کرنے لگیں۔ اچانک محبوب کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہوگئی اور سوئی مل گئی۔ ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) آپ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ویـــــل یعنی ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا۔ عرض کی یارسول اللہ وہ کون ہوگا جو آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بخیل ہے۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا (القول البدیع)۔

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑے ظلم و جفا کی بات ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور وہاں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ محبوب کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن وہ خسارے میں ہوں گے۔ پھر اللہ چاہے تو انہیں عذاب میں مبتلا کرے یا انہیں بخش دے (القول البدیع)۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم جمع ہو اور اس حالت میں اٹھ کر چلی جائے کہ انہوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا اور نہ محبوب کریم ﷺ پر درود پڑھا تو وہ یوں اٹھے جیسے وہ بدبودار مردار کھا کر اٹھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رحمت کائنات ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے تو کہا آمین۔ یونہی دوسری اور تیسری سیڑھی پر آمین کہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس تین بار آمین کہنے کا کیا سبب ہوا تو فرمایا۔ جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا بدبخت ہے وہ شخص کہ جس نے رمضان المبارک پایا لیکن روزے نہ رکھ کر بخشا نہ گیا۔ میں نے کہا آمین۔ دوسرا بدبخت وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی میں والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور انہوں نے (خدمت کے سبب) اسے جنت میں نہ پہنچایا (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا) میں نے کہا آمین۔ تیسرا وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر پاک ہوا اور اس نے آپ ﷺ پر درود پاک نہ پڑھا تو میں نے کہا آمین۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

درود شریف کے فیوض و برکات

درود شریف پڑھنے سے حسب ذیل فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اس کے فوائد بے شمار ہیں:۔

۱۔ درود شریف پڑھنے سے تکالیف دور ہوتی ہیں۔
۲۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔
۳۔ خطرات اور خوف ٹل جاتے ہیں۔
۴۔ تہمتوں سے نجات ملتی ہے۔
۵۔ دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔
۶۔ درود شریف سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔
۷۔ دل میں عشق محبوب کریم ﷺ پیدا ہوتا ہے۔
۸۔ طہارت ذات نصیب ہوتی ہے۔
۹۔ مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے بلکہ ایک روایت میں چار پشتوں تک اس کی برکات رہتی ہیں۔
۱۰۔ صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔

۱۱۔ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔
۱۲۔ دنیا کی ہلاکتوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے اور زمانے کی تنگیوں سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔
۱۳۔ غربت ختم ہوتی ہے۔
۱۴۔ مومن پل صراط سے پلک جھپکتے ہی گزر جائے گا۔
۱۵۔ درود شریف کے ورد سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔
۱۶۔ دائمی حضوری مجلس محمدی ﷺ اور دیدار حق تعالی کے لئے مرشد کامل تک راہنمائی ہوتی ہے۔
۱۷۔ ملائکہ درود شریف پڑھنے والے سے محبت کرتے ہیں۔
۱۸۔ سب سے بڑی بات محبوب کریم ﷺ کی طرف سے جواب سلام کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے۔
۱۹۔ درود شریف کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس کثرت سے ''فرقہ حق'' کی پہچان ہوتی ہے اور رحمت دو جہاں ﷺ اس کی فرقہ حق کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔
۲۰۔ اور اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ عشاق کو کائنات کی سب سے بڑی دولت یعنی محبوب کریم ﷺ کے دیدار کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

درود شریف کے بے شمار فیوض و برکات ہیں اور یہ ایسی اہم عبادت ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ مزید تفصیل ہماری دیگر کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ قادر و کریم بطفیل محبوب کریم ﷺ ہماری اس کاوش کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔

امین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوریٰ ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لوالدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لوگر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق ومحبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق ومحبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت ومحبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لومیرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں ﷺ
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارجِ اہل علم
☆	عشق حقیقی ومجازی	☆	راہِ رسمِ عشق ومحبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب ومحبت	☆	حسین محبوب ﷺ کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات ﷺ
☆	باعث تسکینِ دل وجان ﷺ	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن

پہاڑوں کے برابر قرض سے نجات کا وظیفہ

ایک جمعة المبارک کے دن حضور سیّدنا نبی اللہ ﷺ نے حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''اے معاذ! کیا وجہ ہے میں نے تمہیں نماز جمعة المبارک میں نہیں دیکھا؟ عرض کیا' (یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) میں نے ایک یہودی کا ایک اُوقیہ سونا قرض دینا تھا میں آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہونے کے لئے نکلا تو یہودی نے مجھے روک لیا۔ حضرت سیّدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ دُعائیہ کلمات نہ سکھاؤں کہ تو اُن کلمات سے دُعا کرے تو اگر صبیر پہاڑ جتنا بھی تم پر قرض ہوا تو اللہ (عزوجل) تمہاری طرف سے اَدا فرما دے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پڑھو:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (آل عمران: ۲۷-۲۶)

اِن کے ساتھ یہ کلمات پڑھو: رَحْمٰنُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمُهُمَا تُعْطِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا ارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهِمَا عَنْ رَّحْمَةِ مِمَّنْ سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَتَوَفَّنِيْ فِيْ عِبَادَتِكَ وَجِهَادًا فِيْ سَبِيْلِكَ.

''آپ (ﷺ) فرمائیں! اے میرے اللہ (جلّ جلالک)! اے ملکوں کے مالک' تو جسے چاہے' بادشاہی عطا فرما دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت عطا فرمائے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل فرما دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرما دیتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا فرماتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا فرماتا ہے اور تو ہی جسے چاہتا ہے بے گنتی رزق عطا فرماتا ہے۔ اے دُنیا اور آخرت کے رحمان ورحیم اُن میں سے جو جسے تو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اُن میں سے جس سے جو چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ مجھ پر اَیسی رحمت فرما جو مجھے دوسروں سے غنی کر دے۔ مجھے فقر سے غنی کر دے میری طرف سے قرض اُدا فرما دے مجھے اپنی عبادت میں مصروف فرما دے اور اپنی راہ میں جہاد کی حالت میں موت عطا فرما''۔ (ہر نماز کے بعد پانچ (۵) بار پڑھیں۔ اوّل آخر تین تین بار درود شریف بھی پڑھیں)

۱۔ در منثور جلد ۲ ص ۲۷' الترغیب والترہیب جلد ۲ ص نمبر ۶۱۵' مجمع الزوائد میں دعا مِن ۔سواک تک ہے جلد ۱۰ ص ۱۸۶۔